فاشزم کیا ہے؟

اس سے کیسے لڑا جائے؟

تحریر: لیون ٹراٹسکی

فاشزم کیا ہے؟

فاشزم کیا ہے؟ اس لفظ کا آغاز اٹلی میں ہوا۔ جہاں یہ انقلاب دشمن آمریت کی تمام قسموں کے لیے استعمال ہوتا تھا۔ چاہے وہ فاشسٹ تھیں یا نہیں تھیں (اس کا مطلب یہ ہے کہ اٹلی میں فاشزم کی پہچان سے پہلے) سپین میں پرائمو ڈی ریور (30-1923) کی سابقہ ڈکٹیٹر شپ کو کمیونسٹ انٹرنیشنل (کومینٹرن) نے فاشسٹ ڈکٹیٹر شپ قرار دے دیا ہے کیا یہ درست ہے؟ ہمارے خیال میں یہ درست نہیں۔

اٹلی کی فاشسٹ تحریک وقتی ابھار کی عوامی تحریک تھی جس کی نئی قیادت نچلی صفوں سے ابھری تھی عوام سے پھوٹنے والی اس تحریک کو بڑی سرمایہ دار طاقتوں نے مالی امداد اور رہنمائی فراہم کی اس میں پٹی بورژوا (درمیانے طبقے) کے کچلے ہوئے پرولتاریہ اور محنت کش عوام کی ایک مخصوص تعداد نے شرکت کی۔ مسولینی جو پہلے ایک سوشلسٹ تھا ایک خود ساختہ شخص کی حیثیت سے اس تحریک کے دوران ابھر کر سامنے آ گیا۔ سپین میں پرائمو ڈی ریور امرائے حکومت میں سے تھا۔ فوجی اور انتظامی امور میں اسے اہم حیثیت حاصل تھی۔ اور کیٹالونیا کا چیف گورنر بھی تھا۔ اس نے حکومت اور فوج کی قوتوں کے ساتھ مل کر حکومت کا تختہ الٹ دیا۔ اٹلی اور سپین کی آمریتیں۔ ڈکٹیٹر شپ کی دو مختلف شکلیں ہیں۔ اور یہ ضروری ہے کہ ان کے درمیان موجودہ فرق کو سمجھا جائے مسولینی کو اپنی بے قاعدہ فاشسٹ فوج کے ساتھ روایتی فوج کے بہت سے پرانے اداروں کو کنٹرول کرنے میں کافی مشکل پیش آئی۔ لیکن پرائمو ڈی ریورا کو ایسا کوئی مسئلہ درپیش نہ تھا۔

جرمنی کی تحریک بہت حد تک اٹلی کی تحریک سے ملتی جلتی ہے۔ یہ بھی ایک عوامی تحریک تھی جس کے لیڈروں نے سوشلسٹ نعرہ بازی کا ڈھونگ رچایا کیونکہ عوام کو متحرک کرنے کے لیے سوشلزم کا نام استعمال کرنا ضروری تھا۔

فاشزم کے لیے حقیقی بنیاد پٹی بورژوا طبقہ فراہم کرتا ہے۔

اٹلی میں اس طبقے کی بنیادیں بہت گہری ہیں یعنی شہروں قصبوں اور کسانوں میں یہ طبقہ عام پایا جاتا ہے اسی طرح جرمنی میں بھی اس طبقے کی اکثریت ہے۔ یہ بھی کہا جا سکتا ہے اور یہ کسی حد تک درست بھی ہے کہ نیا درمیانہ طبقہ بھی فاشزم کی بنیادوں کو مزید وسیع کر رہا ہے یہ طبقہ حکومتی امور اور پرائیویٹ ادارے چلانے والوں پر مشتمل ہے لیکن یہ ایک نئی صورت حال ہے جس کا تفصیل تجزیہ کیا جانا ضروری ہے۔ فاشزم کے حوالے سے مزید گفتگو کرنے سے پہلے یہ ضروری ہے کہ فاشزم کی تعریف کی جائے۔ کہ یہ کیا ہے؟ اس کی بنیاد ہیت ترکیبی اور خصوصیات کیا ہیں؟ اور یہ کس طرح نشو و نما پاتا ہے۔ اس مقصد کے لیے یہ لازم ہے کہ ہم اس کا سائنسی اور مارکسی تجزیہ کریں یہ اقتباس ٹراٹسکی کی طرف سے 15 نومبر 1931ء کو ایک انگریز کامریڈ کو لکھے گئے خط سے لیے گئے جو 16 جنوری 1932ء کو جریدہ دی ملیٹنٹ (انگلینڈ) میں شائع ہوا۔

مسولینی نے کیسے فتح حاصل کی؟

جب کسی بورژوا ڈکٹیٹر شپ کی پولیس اور فوجی ذرائع اپنے تمام تر پارلیمانی اختیارات کی آڑ میں کسی معاشرے کو روانی کے ساتھ چلانے میں ناکام ہو جاتے ہیں۔ تو فاشسٹ حکومت اقتدار میں آ جاتی ہے سرمایہ داری اب فاشزم کی آڑ میں ناراض بورژوا (درمیانے طبقے) اور کچلے ہوئے مایوس لمپن پرولتاریہ (جرائم پیشہ غنڈا گرد محنت کش طبقہ) کو نئے سرے سے جوش دلا کر اپنے حق میں متحرک کر دیتی ہے۔ کتنی حیرت کی بات ہے کہ ان گنت انسانوں کو مصائب اور محرومیوں میں مبتلا کرنے والا سرمایہ دارانہ نظام انہیں فاشزم کے روپ میں ایک مرتبہ پھر جکڑ لیتا ہے۔ فاشزم کے ذریعے بورژوازی (سرمایہ دار طبقہ) ایک مخصوص کام' سرانجام دینے کا خواہش مند ہوتا ہے۔ ایک طویل سیاسی بے چینی اور خانہ جنگی کے بعد یہ طبقہ کچھ سالوں کے لیے "مکمل امن" کا نعرہ لگا دیتا ہے۔ اس "مخصوص کام" کو سرانجام دینے کے لیے فاشسٹ ادارے پٹی بورژوا طبقے کو تخریبی ہتھیار کے طور پر استعمال کرتے ہوئے اپنے راستے کی تمام رکاوٹیں دور کر لیتے ہیں اور فاشزم کی فتح کے ساتھ ہی تمام سرمایہ فوری طور پر براہ راست اس کے ہاتھوں میں آ جاتا ہے یہی نہیں بلکہ ریاست کے تمام ادارے، انتظامیہ، تعلیمی ادارے، فوج، بلدیاتی ادارے، پریس، ٹریڈ یونین اور کوآپریٹو سوسائٹیاں وغیرہ فاشزم کے قبضے میں آ جاتی ہیں جنہیں فاشسٹ ایک آہنی طاقت کے طور پر

استعمال کرتے ہیں کسی بھی فاشسٹ حکومت کے لیے ضروری نہیں کہ وہ حکومت کرنے کا وہی طریقہ کار اپنائے جو مسولینی کا تھا کیونکہ حکومت کا روپ اور طریقہ کار ایک ثانوی حیثیت رکھتا ہے لیکن بنیادی چیز یہ ہے کہ فاشزم میں محنت کش تنظیموں کو تباہ و برباد کر دیا جاتا ہے اور انہیں ایک محدود دائرے میں سمیٹ دیا جاتا ہے دریں اثناء انتظامیہ کا ایک ایسا نظام مرتب کیا جاتا ہے جو عوام کی صفوں میں گھس کر انہیں محنت کشوں کے ''آزادانہ وجود'' کے خلاف اکساتا ہے۔ اور یہی فاشزم کا بنیادی کردار ہے۔

''اطالوی فاشزم'' اس ملک کے محنت کشوں کی بغاوت کے دوران اصلاح پسندوں کی غداری کا فوری نتیجہ تھا۔ جنگ عظیم اول کے بعد اٹلی میں انقلابی تحریک کافی زور پکڑتی جا رہی تھی جو 1920ء میں فیکٹریوں اور دیگر صنعتی اداروں کی بندش پر ختم ہوئی اس وقت محنت کشوں کی ڈکٹیٹرشپ کا خواب پورا ہوتا نظر آ رہا تھا۔ کمی تھی تو صرف اس تحریک کو منظم کرنے اور اس کے مطلوبہ نتائج حاصل کرنے کی عین اس موقع پر سوشل ڈیموکریسی ڈر کر پیچھے ہٹ گئی اور محنت کش طبقہ اپنی دلیرانہ جدوجہد اور قربانیوں کے باوجود سوشل ڈیموکریٹوں کے بھاگ جانے سے پیدا ہونے والے خلاء کی وجہ سے اکیلا رہ گیا۔ انقلابی جدوجہد پیدا ہونے والی یہی رکاوٹ فاشزم کی افزائش کا باعث بنی۔ ستمبر میں محنت کشوں کی انقلابی پیش قدمی بالکل رک گئی اور نومبر میں فاشسٹوں نے اپنی طاقت کا سب سے بڑا مظاہرہ کر دیا جو *(1) سقوطِ بلوگنا کہلاتا ہے۔

ستمبر میں ہونے والے سانحے کے باوجود محنت کش ابھی اس قابل تھے کہ وہ کافی عرصہ تک مزاحمتی جنگ جاری رکھ سکتے لیکن سوشل ڈیموکریٹوں کو صرف ایک ہی چیز سے غرض تھی کہ کچھ رعایتوں کے عوض وہ محنت کشوں کو اس جنگ سے باز رکھ سکیں ان کا خیال تھا۔ کہ ورکرز کا مظلومانہ رویہ بورژوازی کو فاشسٹوں کے خلاف کر دے گا۔ اس کے علاوہ انہیں شہنشاہ وکٹر عمانویل سے بھی مدد کی بہت توقع بھی چنانچہ انہوں نے ورکرز کو پوری قوت کے سے دبائے رکھا اور مسولینی کو جنگ جیتنے میں مدد دی لیکن اس سے انہیں کچھ بھی نہ ملا۔ بادشاہ اور امراء (بالائی بورژوا طبقہ) فوراً فاشسٹوں کے ساتھ مل گئے جب آخری وقت میں سوشل ڈیموکریٹوں کو یقین ہو گیا کہ فاشزم کو اطاعت کے ذریعے ختم نہیں کیا جا سکتا۔ تو انہوں نے محنت کشوں کو عام ہڑتال کرنے کو کہا۔ لیکن وقت گزر چکا تھا۔ چنانچہ ان کا یہ اعلان بے سود ثابت ہوا اصلاح پسندوں نے بارود کو پھٹنے کے خوف سے اتنی دیر تک دبائے رکھا کہ جب خود انہوں نے کانپتے ہاتھوں سے آگ لگانا چاہی تو وہ بے کار ہو چکا تھا۔

فاشزم اپنے آغاز سے صرف دو سال بعد اقتدار میں آ چکا تھا۔ یہ اس کی خوش قسمتی تھی کہ اپنے ابتدائی سالوں میں معاشی بہتری کی وجہ سے اسے کافی استحکام مل گیا اور (1921-22) میں پیدا ہونے والی معاشی مایوسی کا خاتمہ ہو گیا۔ فاشسٹوں نے آگے بڑھتی ہوئی پیٹی بورژوا طاقتوں کے ساتھ مل کر پیچھے ہٹتے ہوئے محنت کشوں کو کچل کر رکھ دیا۔ لیکن یہ مقصد ایک ہی ہلے میں حاصل نہیں ہوا تھا۔ اور قتدار میں آنے کے باوجود مسولینی بڑی احتیاط سے آگے بڑھتا رہا ابھی اس کے پاس بنے بنائے ماڈلوں کی کمی تھی۔ چنانچہ اپنے اقتدار کے ابتدائی دو سالوں میں اس نے آئین میں بھی کوئی ترمیم نہ کی۔ بلکہ اس نے اور لوگوں کو اپنے ساتھ ملانے کے لیے مخلوط حکومت کی شکل اختیار کئے رکھی اس دوران فاشسٹ گروہ لاٹھیوں، چاقوؤں اور پستولوں کے ساتھ اپنے کام میں مصروف تھے چنانچہ آہستہ آہستہ حقیقی فاشسٹ حکومت نے جنم لینا شروع کر دیا جس کا مقصد تمام عوامی تنظیموں کا گلا دبانا تھا۔ مسولینی یہ سب کچھ کرنے میں اس لیے کامیاب ہو گیا کہ اس نے فاشسٹ پارٹی کے ارکان کو بیوروکریسی میں داخل کر دیا۔ اور پیٹی بورژوازی کو استعمال کرنے کے بعد توڑ پھوڑ دیا۔ جب فاشزم بیوروکریسی میں شامل ہو جاتا ہے تو وہ فوج اور پولیس کی دوسری قسم کی آمریتوں کے بہت زیادہ قریب ہو جاتا ہے اب اسے وہ سابقہ عوامی حمایت حاصل نہیں رہتی اور فاشزم کا سب سے بڑا حمایتی گروہ (پیٹی بورژوا) بھی اس کا ساتھ چھوڑ جاتا ہے۔ اب صرف ''تاریخی جمود'' ہی فاشسٹ حکومت کو اتنی طاقت دے سکتا ہے کہ وہ پرولتاریہ کو بے یقینی اور مایوسی کی حالت میں رکھ سے۔

جہاں تک ہٹلر کی سیاست کا تعلق ہے تو اس ضمن میں جرمن سوشل ڈیموکریٹوں کا کردار اطالوی اصلاح پسندوں سے کچھ مختلف نہیں۔ جنہوں نے فاشزم کو زمانہ جنگ کے بعد کا ذہنی خلفشار کا بحران قرار دیا۔ جبکہ جرمن سوشل ڈیموکریسی نے اسے (2)* ''ورسیلز'' یا ذہنی خلفشار کا بحران'' کہا ان دونوں صورتوں میں اصلاح پسندوں نے فاشزم کے اس انتہائی اہم کردار سے آنکھیں بند کر لیں جو اس نے اس وقت اپنایا جب عوامی تحریکیں سرمایہ داری کے تابوت میں آخری کیل ٹھونکنے کی تیاری کر رہی تھی۔

محنت کشوں کے متوقع انقلابی اقدامات سے خوفزدہ اطالوی اصلاح پسندوں نے ان کی ساری امیدیں مملکت یعنی سٹیٹ کے ساتھ وابستہ کر دیں۔ کہ سٹیٹ کے تمام دکھوں کا مداوا بنے گی۔ ان کا نعرہ تھا۔ ''مدد! وکٹر عمانویل مدد! ہماری مدد کے لیے اپنا اثر و رسوخ استعمال کرو''۔

لیکن جرمن سوشل ڈیموکریٹوں کو ایسی کسی جمہوری پناہ کی ضرورت نہ تھی کیونکہ ان کا آمر مطلق آئین سے وفادار تھا۔ اس لیے وہ محض اس نعرے پر ہی اکتفا کر لیتے تھے۔ کہ مدد، (3)* ہنڈن برگ! ہماری مدد کے لیے اپنا اثر و رسوخ استعمال کرو''

مسولینی کے ساتھ جنگ کے دوران پسپائی کے وقت اٹالین سوشلسٹ پارٹی کے راہنما توراٹی (TURATI) نے اپنا سنہری مقولہ پیش کیا ''آدمی کو اتنا جواں مرد ہونا چاہیے کہ وہ بزدل بن سکے'' جرمن اصلاح پسند نعرے بازی کے معاملے میں کچھ زیادہ پرجوش نہیں تھے البتہ ان کا مطالبہ تھا کہ ''غیر مقبولیت'' کے لیے تہمت چاہیے'' جس کا مطلب بھی اول الذکر مقولے جیسا ہی ہے یعنی آدمی کو دشمن کے مقابلہ میں بزدلی کی وجہ سے جو غیر مقبولیت ملتی ہے اس سے خوف زدہ نہیں ہونا چاہیے۔

یکساں مقاصد یکساں اثرات پیدا کرتے ہیں۔ اگر واقعاتی تسلسل سوشل ڈیموکریٹ پارٹی کے لیڈروں کا مرہون منت ہوتا تو ہٹلر کا مستقبل محفوظ ہو چکا ہوتا۔ تاہم اس حقیقت کو بھی ماننا پڑتا ہے کہ جرمن کمیونسٹ پارٹی نے اطالوی تجربے سے کچھ نہ کچھ ضرور سیکھا تھا لیکن بہت کم۔

اطالوی کمیونسٹ پارٹی تقریباً فاشزم کے ظہور کے ساتھ معرض وجود میں آئی لیکن انقلابی اتار چڑھاؤ کی جن کیفیات نے فاشزم کو اقتدار تک پہنچا دیا انہوں نے ہی کمیونسٹ پارٹی کے ارتقاء کو روکے رکھا۔

اس پارٹی نے فاشزم کو خطرے سے نپٹنے کے لیے کبھی بھی اپنا احتساب نہ کیا بلکہ اس نے خود کو انقلابی خوابوں میں الجھائے رکھا۔ اس کا یہ طریقہ کار متحدہ محاذ کے لائحہ عمل سے بالکل الٹ تھا۔ غرضیکہ یہ پارٹی اپنے ابتداء ہی میں ''تمام طفلانہ بیماریوں'' کا شکار ہو چکی تھی۔ یہ قدرے حیرت کی بات تھی کہ دو سال پہلے قائم ہونے والی اس پارٹی کی نظروں میں فاشزم کا ظہور ''سرمایہ داری کا عمل'' تھا۔ کمیونسٹ پارٹی محنت کشوں کے خلاف پیٹی بورژوازی کی کاوشوں سے جنم لینے والے ''فاشزم'' کے مخصوص کردار کو بھی سمجھنے میں ناکام رہی کچھ اطالوی کامریڈوں نے مجھے اطلاع دی ہے کہ (4)* گرامچی کے علاوہ کمیونسٹ پارٹی کا کوئی فرد فاشزم کے خاتمے کے امکانات کے بارے میں بھی غور کرنے کے لیے تیار نہیں جب ایک مرتبہ محنت کشوں کا انقلاب ناکام ہو جائے سرمایہ داری اپنی جڑیں مضبوط کر لے اور اس کے حق میں ہونے والا جوابی انقلاب کامیاب ہو جائے تو اس کے خلاف ایک نئے جوابی انقلاب کے کیا امکانات رہ جاتے ہیں؟ استحصالی طبقہ (بورژوازی) اپنے ہی خلاف کیوں کر اٹھ سکتا ہے؟ یہ وہ بنیادی امور تھے جن پر اطالوی کمیونسٹ پارٹی کے سیاسی کردار کا دارومدار تھا۔ اس کے علاوہ یہ حقیقت بھی ذہن میں رکھنی چاہیے کہ اطالوی فاشزم اس وقت ایک نیا عمل یا ایک نئی چیز تھا۔ جو ابھی اپنی تکمیل کے مراحل طے کر رہا تھا۔ چنانچہ ایسی صورت حال میں ایک بہت زیادہ تجربہ کار پارٹی کے لیے بھی اس کے ''مخصوص کردار'' کو سمجھنا بہت مشکل کام ہوتا جبکہ اطالوی کمیونسٹ پارٹی تو ابھی خود ابتدائی مراحل میں تھی۔

آج جرمن کمیونسٹ پارٹی کے لیڈروں نے عین وہیں سے اپنے سیاسی سفر کا آغاز کیا ہے جہاں اطالوی کمیونسٹ پارٹی نے اسے چھوڑا تھا۔ دونوں کے نقطہ نظر میں حیرت انگیز یکسانیت پائی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ ''فاشزم سرمایہ داری کے خلاف ردعمل کے سوا کچھ نہیں'' لیکن محنت کشوں کے نزدیک سرمایہ داری کے ردعمل کے اختلافات کوئی معنی نہیں رکھتے۔ اس قسم کی واہیات بنیاد پرستی تو بالکل ہی ناقابل معافی ہے کیونکہ اطالوی کمیونسٹ پارٹی کی نسبت جرمن پارٹی بہت پرانی ہے۔ نیز اٹلی میں رونما ہونے والے سانحے کے بعد مارکسزم کا علمی دامن اور بھی وسیع ہو چکا ہے۔ جرمن پارٹی کا یہ کہنا کہ فاشزم تو یہاں پہلے سے موجود ہے اور ساتھ ہی اس حقیقت سے انکار کرنا کہ فاشزم کے اقتدار میں آنے کے امکانات بڑھتے جا رہے ہیں دراصل سیاسی طور پر ایک جیسے رویے کو ہی ظاہر کرتا ہے اس طرح فاشزم کے کردار کو سمجھے بغیر اس کے خلاف لڑنے کی خواہش خود بخود ''مفلوج'' ہو جاتی ہے۔

کمیونسٹ انٹرنیشنل بھی ان غلطیوں میں برابر کی شریک ہے کیونکہ اطالوی کمیونسٹ کا فرض یہی تھا۔ کہ وہ اسے ان خطرات سے آگاہ کرتے لیکن سٹالن نے (5)* مانسکی کے ساتھ مل کر انہیں مجبور کر دیا کہ وہ خاموش تماشائی کی حیثیت سے اپنی تباہی کا تماشا دیکھتے رہیں اس سے پہلے ہم دیکھ چکے ہیں۔ 6* ایرکولائی نے کس ہوشیاری اور چالاکی سے سوشل فاشزم کی پوزیشن تبدیل کر دی تھی۔ یعنی اسے اس مقام پر لے آیا تھا۔ جہاں وہ لاشعوری طور پر جرمنی میں فاشزم کی فتح کا منتظر تھا۔ (ماخوذ از آگے؟ (WHATNEXT) جرمن پرولتاریہ کے لیے اہم ترین سوالات 1923ء)

---

(1)* فاشسٹوں کی پرتشدد مہم 21 نومبر 1920ء کو بلوگنا کہتے ہیں جس میں اس وقت شروع ہوئی جب بلدیاتی الیکشن میں فتح حاصل کرنے کے بعد سوشل ڈیموکریٹ کونسلر اپنے نومنتخب میئر کے ہمراہ سٹی ہال سے باہر نکلے تو انہیں فائرنگ کا سامنا کرنا پڑا جس سے نو افراد مارے گئے اور تقریباً ایک سو افراد زخمی ہو گئے۔ اس کے جواب میں فاشسٹوں نے ایک قریبی گاؤں میں اپنی خود ساختہ عدالتوں کے ذریعے لوگوں کو سزائے موت دینے کا سلسلہ شروع کر دیا یہ گاؤں ریڈ لیگ (محنت کشوں) کا گڑھ سمجھا جاتا تھا۔ فاشسٹوں کے اس گروہ کو جسے ''بلیک شرٹ ایکشن سکواڈرن'' کہا جاتا تھا بڑے بڑے جاگیرداروں نے گاڑیاں فراہم کیں انہوں نے اس گاؤں پر قبضہ کرنے کے بعد بائیں بازو کے مزدور کسان لیڈروں کو قتل کر دیا اور ان کے ہیڈ کوارٹر کو تباہ کر دیا۔ اس کارروائی سے عام لوگوں کے دلوں میں دہشت بیٹھ گئی۔ اس آسان کامیابی کو دیکھتے ہوئی اس سے اگلے مرحلے کے طور پر فاشسٹوں نے بڑے بڑے شہروں پر بھی حملے کرنے شروع کر دیئے۔

(2)* معاہدہ ورسیلز جنگ عظیم اول کے اختتام پر جرمنی پر مسلط کیا گیا تھا۔ اس معاہدے کی قابل نفرت بات یہ تھی کہ فاتح اتحادیوں کے نقصانات کو ازالے کے لیے اس میں مستقل ''ہرجانے'' کا بندوبست کر دیا گیا تھا۔ جرمن قوم اسے اپنے قومی وقار کے منافی سمجھتی۔ مذکورہ بالا بحران اس معاشی پریشانی اور مایوسی کا نتیجہ تھا۔ جس نے 1929ء کے وال سٹریٹ کریش کے بعد پوری سرمایہ داری کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔

(3)* فیلڈ مارشل پال وال ہنڈن برگ (1934-1886ء) جنگر جنرل جس نے جنگ عظیم اول میں شہرت حاصل کی اور بعد میں جرمنی کا صدر بن گیا۔سوشل ڈیموکریٹوں نے اس کے دوبارہ انتخاب میں کافی مدد کی۔وہ اسے نازیوں کی نسبت ''کم خطرناک'' سمجھتے تھے۔اس نے جنوری 1933ء میں ہٹلر کو جرمنی کا چانسلر مقرر کیا تھا۔

(4)* انتونیو گرامچی (1937-1891ء) اطالوی کمیونسٹ پارٹی کا بانی جسے مسولینی نے 1926ء میں قید کر دیا۔اور وہ گیارہ سال بعد جیل میں ہی انتقال کر گیا اس نے کمیونسٹ پارٹی کی سیاسی کمیٹی کے نام جیل سے ایک مکتوب بھیجا جس میں سٹالن کی جانب سے بائیں بازو کی حزب اختلاف کے خلاف چلائی جانے والی مہم پر شدید احتجاج کیا گیا تھا۔لیکن کمیونسٹ انٹرنیشنل (کومینٹرن) کے ماسکو اجلاس میں شریک ہونے والے اطالوی مندوب ٹوگلیاٹی نے اس خط کو دبائے رکھا۔سٹالن کے پورے عہد میں گرامچی کے نام کو مٹانے کی دانستہ کوششیں کی جاتی رہیں۔لیکن سٹالن کے بعد اطالوی کمیونسٹ پارٹی نے اسے ''شہید ہیرو'' کا درجہ دے دیا اس وقت سے اس کی تحریروں خاص طور پر جیل میں لکھے گئے مضامین کو عالمی پیمانے پر بہت سراہا گیا ہے۔

(5)* ڈھرٹی مانسکی (1952-1883ء) یہ 1929ء سے 1934ء تک کومنٹرن کا سربراہ تھا۔اس کی معزولی کے بعد پاپولر فرنٹ کے زمانے میں یہ تحریک انتہائی بائیں بازو سے نکل کر موقع پرستی کے دور میں داخل ہوگئی۔یہ شخص بعد میں سفارت کاروں میں شامل ہو گیا اور اقوام متحدہ کے وفود کے ساتھ سفارتی خدمات سرانجام دیتا رہا۔

6* کومنٹرن کی مطبوعات میں یہ پالمیر وٹوگلیاٹی کا قلمی نام تھا۔جو گرامچی کی قیدو بند کے دوران اطالوی کمیونسٹ پارٹی کا سربراہ تھا اور تمام تبدیلیوں میں اہم کردار ادا کرتا رہا۔لیکن سٹالن کی موت کے بعد وہ روس میں اس کی حکومت اور عالمی کمیونسٹ تحریک میں اس کی شروع کی ہوئی پالیسیوں کی مخالفت کرنے لگا۔

جرمنی میں فاشزم کا خطرہ بڑھنے لگا

عالمی کمیونسٹ (کمنٹرن) کے سرکاری اخبار نے جرمنی کے ستمبر 1930ء کے انتخابی نتائج کو کمیونزم کی حیران کن فتح قرار دیا ہے اور جرمنی کو ''سوویت جرمنی'' کا نعرہ دے دیا ہے بیورکریسی کے اعتدال پسند لوگ یہ نہیں چاہتے کہ ان طاقتوں کے آپس میں تعلقات کی حقیقت ظاہر ہو جائے۔جنہیں انتخابی اعداد و شمار نے واضح کر دیا ہے انہوں نے صرف کمیونسٹ پارٹی کے بڑھتے ہوئے ووٹوں کی تعداد کو ہی مدنظر رکھا ہے اور ان معروضی حالات اور مشکلات کو نظرانداز کر دیا ہے جنہوں نے یہ انقلابی کام سرانجام دیا ہے کمیونسٹ پارٹی نے 1928ء میں تینتیس لاکھ ووٹوں کے مقابلے میں اب چھیالیس لاکھ ووٹ حاصل کیے ہیں عام پارلیمانی عمل کو مدنظر رکھتے ہوئے ووٹروں کی تعداد میں اضافے کے باوجود تیرہ لاکھ ووٹوں کا اضافہ ایک قابل قدر اضافہ ہے لیکن پارٹیوں کی پوزیشن کے لحاظ سے فاشزم کے ووٹوں کی تعداد آٹھ لاکھ سے بڑھ کر چونسٹھ لاکھ ہوگئی ہے انتخابی نتائج کے حوالے سے یہ بات بھی کم اہمیت کی حامل نہیں کہ کافی نقصانات اٹھانے کے باوجود سوشل ڈیموکریٹوں نے اپنے بنیادی ووٹوں کو نہ صرف برقرار رکھا بلکہ کمیونسٹ پارٹی کی نسبت محنت کشوں کے کافی زیادہ ووٹ حاصل کیے ہیں۔

دریں اثناء اگر ہم اپنے آپ سے یہ سوال کریں کہ داخلی اور عالمی صورت حال کا وہ کون سا امتزاج ایسا ہے جس کی موجودگی میں محنت کش طبقہ زیادہ تیز رفتاری کے ساتھ کمیونزم کی طرف پیش قدمی کر سکتا ہے تو ہمیں آج کے جرمنی میں موجود صورت حال سے بہتر کوئی صورت نظر نہیں آتی یعنی معاشی بحران، حکمرانوں کا خلفشار، پارلیمانی بحران اور حکمرانوں سوشل ڈیموکریٹوں کا خود کو ننگا کر دینا اس صورت حال کے لیے بہترین عوامل ہیں لیکن اتنے حوصلہ افزاء حالات اور مضبوط تاریخی عوامل کے باوجود جرمن کمیونسٹ پارٹی صرف تیرہ لاکھ ووٹ زیادہ حاصل کرنا کوئی خاص اہمیت کا حامل نہیں۔ان کے ووٹوں کی تعداد اس سے کہیں زیادہ ہونی چاہیے تھی۔

آج کمیونزم کی کمزور پوزیشن کا سبب کمیونسٹ انٹرنیشنل کی پالیسیاں اور اس کی لیڈرشپ ہے اور یہ بات مزید وضاحت کے ساتھ اس وقت سامنے آتی ہے جب ہم کمیونسٹ پارٹی کی اہلیت کا موازنہ ان فوری حل طلب مسائل سے کرتے ہیں جو آج کے تاریخی حالات نے اس کے سامنے پیش کیے ہیں۔اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ کمیونسٹ پارٹی کو ایسی فتوحات کی توقع نہیں تھی لیکن اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ پے در پے غلطیوں اور شکستوں کی وجہ سے کمیونسٹ پارٹی کی لیڈرشپ مثبت نظریات اور عزائم سے بھی ناآشنا ہو چکی ہے اگر کل اپنی کامیابیوں کے بارے میں ان کی رائے کسرنفسی پر مبنی تھی تو آج ایک مرتبہ پھر یہ ان ''مسائل'' کو بہت معمولی سمجھ رہے ہیں اس طرح ایک خطرے کو دوسرے خطرے کے ساتھ بڑھا چڑھا کر پیش کیا جا رہا ہے۔

چنانچہ ایک حقیقی انقلابی پارٹی کی پہلی خصوصیت، حقائق کا سامنا کرنے کی صلاحیت'' کا ہونا ضروری ہے۔

معاشی بحران کی وجہ سے پیدا ہونے والے محنت کشوں کے انقلاب کے لیے ضروری ہے کہ دیگر اقدامات کے علاوہ پیٹی بورژوازی کا جھکاؤ واضح طور پر محنت کشوں کی طرف کر دیا جائے اس سے محنت کش طبقے کو قوم کی رہنمائی کرنے کا موقع ملتا ہے۔

جیسا کہ پچھلے الیکشن میں واضح طور پر دیکھا گیا اور وہ تھا پیٹی بورژوازی کا ''مخالف سمت میں جھکاؤ'' یہی وہ مقام ہے جہاں اس کی علامتی اہمیت ظاہر ہوتی ہے۔کسی بھی بحران کے

دھچکے کی وجہ سے پٹی بورژوازی محنت کش انقلاب کی طرف جھکنے کی بجائے انتہائی شدید سامراجی عمل کی طرف چلی گئی اور اپنے ساتھ محنت کشوں کی ایک بڑی تعداد کو بھی لے گئی۔
نیشنل سوشلزم کی روز افزوں ترقی سے دو عوامل کا اظہار ہوتا ہے۔

1۔ایک گہرا سماجی بحران جو پیٹی بورژوازی کے توازن کو بگاڑ دیتا ہے۔

2۔ایک مستند حقیقی انقلابی پارٹی کا فقدان۔اگر کمیونسٹ پارٹی کو ''انقلابی امید کی پارٹی'' کہا جائے تو فاشسٹ پارٹی کو ''ردِ انقلاب کی مایوسی'' کہا جا سکتا ہے۔جب محنت کش عوام ''انقلابی امید'' جنم لیتی ہے تو وہ انہیں اور پیٹی بورژوازی کی ایک بڑی تعداد کو کھینچ کر شاہراہ انقلاب پر لے آتی ہے۔مختصر یہ کہ اس دائرے میں انتخابات ایک مختلف تصویر پیش کرتے ہیں۔جب ردِ انقلاب کی مایوسی پھیلتی ہے تو پیٹی بورژوازی پرولتاریہ کو بڑی قوت سے اپنے طرف کھینچ لیتی ہے۔

جرمنی میں فاشزم ایک حقیقی خطرہ بن چکا ہے جس سے بورژوازی حکومت کی بے بسی ،حکومت میں شامل سوشل ڈیموکریسی کی رجعت پسندی اور کمیونسٹ پارٹی کی بڑھتی ہوئی کمزوری کا اظہار ہوتا ہے جو کوئی بھی اس حقیقت سے انکار کرتا ہے وہ یا تو اندھا ہے یا شیخی باز۔تبدیلیوں کی رفتار کے حوالے سے یہ خطرہ اور بھی فوری طور پر توجہ طلب بن گیا ہے ان تبدیلیوں کا انحصار اکیلے ہم پر ہی نہیں۔انتخابی نتائج کے دبائی نوعیت کے اثرات سے ظاہر ہوتا ہے کہ قومی بحران پیدا ہونے کی رفتار بہت تیز بھی ہو سکتی ہے۔دوسرے لفظوں میں حالات کا دھارا جرمنی میں پرانے مردوں کو بہت جلد پھر سے زندہ کرنے والا ہے یعنی ایک طرف انقلابی عوامل کی بلوغت اور دوسری طرف انقلابی پارتی کی کمزوری اور لائحہ عمل کی ناپختگی کا پرانا المناک تضاد ایک نئے افق پر پھر سے جنم لینے والا ہے اس حقیقت کا اظہار صاف لفظوں میں کھلے عام اور سب سے بڑھ کر بروقت ہونا چاہیے۔

ماسکو کی طرف سے ''افسرانہ اعزاز'' کی پالیسی کے لیے پہلے ہی سے سگنل بھیجے جا چکے ہیں جو گذشتہ کل کی غلطیوں کا احاطہ تو کیے ہوئے ہے لیکن آنے والے کل کے لیے اس میں اپنی لائن کی نئی کامیابی کے لیے غلط واویلا مچایا گیا ہے پارٹی کی کامیابی کو مبالغہ آمیز حد تک بڑھا کر بیان کرتے ،مصائب کو نہایت معمولی سمجھتے اور فاشزم کی فتح کو پرولتاری انقلاب کے لیے ایک مثبت قدم گردانتے ہوئے پراودا لکھتا ہے ''پارٹی کی کامیابی سے ہمیں مدہوش نہیں ہو جانا چاہیے'' سٹالنسٹ لیڈروں کی اس غدارانہ پالیسی کی جھلک یہاں بھی ملتی ہے اس صورت حال کا یہ تجزیہ انتہائی بائیں بازو کی غیر تنقیدی سوچ کا آئینہ دار ہے اس طرح پارتی کو شعوری طور پر مہم جوئی کے راستے پر ڈال دیا گیا ہے اس کے ساتھ ساتھ سٹالن نے ''مدہوش'' کے بارے میں رسمی الفاظ کی آڑ لے کر اپنی عدم موجودگی کا بندوبست بھی پہلے ہی سے کر لیا تھا۔اس قسم کی کوتاہ نظر اور بے اصول پالیسی جرمن انقلاب کو تباہ بھی کر سکتی ہے۔

کیا سوشل ڈیموکریٹ کارکنوں کی رجعتی قوت مزاحمت کی پیش گوئی کی جا سکتی ہے؟ بالکل نہیں۔گزشتہ سال کے واقعات کی روشنی میں یہ قوت بہت بڑی لگتی ہے۔لیکن حقیقت یہ ہے کہ سوشل ڈیموکریسی کو جس چیز نے آپس میں متحد رکھا وہ کمیونسٹ پارٹی کی غلط پالیسی تھی جس نے ''سوشل فاشزم'' کی بے ہودہ تھیوری کو اپنے ارتقاء کی معراج سمجھا۔سوشل ڈیموکریٹس کی صحیح مدافعتی قوت کو جاننے کے لیے ایک بالکل مختلف آلے کی ضرورت ہے اور وہ ہے ایک صحیح کمیونسٹ لائحہ عمل صرف اسی آلے سے جو ایک معمولی ہتھیار نہیں ہم بہت کم عرصے میں سوشل ڈیموکریسی کی اندرونی طاقت کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔

جو کچھ اوپر بیان کیا گیا ہے اس کا اطلاق ذرا مختلف شکل میں فاشزم پر بھی ہوتا ہے دوسرے اقدامات کے علاوہ یہ سب کچھ بھی 1* زینوسٹالن پالیسی کے تحت اپنایا گیا ہے۔فاشزم کی جارحانہ قوت کیا ہے؟ اس کے استحکام کے امکانات کیا ہیں؟ کیا یہ اپنے ارتقاء کی انتہا تک پہنچ چکا ہے (جیسا کہ کومنٹرن اور کمیونسٹ پارٹی کے سابقہ عہدیدار ہمیں یقین دلاتے ہیں) یا کہ اس نے ابھی سیڑھی کے پہلے ہی زینے پر قدم رکھا ہے اس بارے میں میکانکی انداز سے پیش گوئی نہیں کی جا سکتی بلکہ اس کا انداز صرف عمل کے ذریعے ہی لگایا جا سکتا ہے۔مختصر یہ کہ فاشزم کے بارے میں جو کہ دشمن کے ہاتھ میں ایک تیز دھار آلے کی مانند ہے،کومنٹرن کی غلط پالیسی تھوڑے ہی عرصے میں مہلک نتائج کی حامل ہو سکتی ہے جبکہ ایک صحیح پالیسی جو کہ شاید اس مختصر سے عرصے میں ممکن نہ ہو۔فاشزم کو شکست دے سکتی ہے۔

کمیونسٹ پارٹی تمام سازگار حالات کے باوجود اپنے ''سوشل فاشزم'' کے فارمولے کے ساتھ سوشل ڈیموکریسی کے ڈھانچے کو تو ہلانے میں کامیاب نہیں ہو سکی لیکن حقیقی فاشزم خود اس ڈھانچے کے لیے ایک خطرہ بن چکا ہے یہ خطرہ نام نہاد انقلاب کے زبانی فارمولوں کی بجائے ''دھماکوں'' کے کیمیائی فارمولوں کی وجہ سے پیدا ہوا ہے اس بات میں شاید کوئی شک ہو کہ سوشل ڈیموکریسی نے اپنی پالیسیوں کی وجہ سے فاشزم کو پروان چڑھایا ہے لیکن اس حقیقت میں کوئی شبہ نہیں کہ فاشزم بذات خود،سوشل ڈیموکریسی کے جانی دشمن کی حیثیت سے ابھرا ہے کیونکہ فاشزم کے برعکس سوشل ڈیموکریسی کا سارا وقار حکومت کے پارلیمانی جمہوری امن پسندی کے اصولوں کے ساتھ منسلک ہے۔

فاشزم کے خلاف کارکنوں کے متحدہ محاذ کی پالیسی اسی صورت حال کے پیش نظر وضع کی گئی ہے اس پالیسی نے کمیونسٹ پارٹی کے حق میں بے شمار امکانات پیدا کر دیے ہیں تاہم کامیابی کا دارومدار ''سوشلزم'' کے نظریے اور عمل کو مکمل طور پر مسترد کر دینے پر ہے۔کیونکہ اس پالیسی سے ہونے والے نقصانات موجودہ حالات میں ایک ''حقیقی خطرہ'' بن چکے ہیں۔

معاشی بحران سوشل ڈیموکریسی کے اندر بالا آخر گہرے شگاف ڈال دے گا۔عوام میں پیدا ہونے والا سیاسی شعور سوشل ڈیموکریٹوں کو یقیناً متاثر کرے گا۔ہمیں بالاخر فاشزم کے خلاف مختلف سوشل ڈیموکریٹ تنظیموں اور گروہوں کے ساتھ اتحاد کرنا پڑے گا اور اس سلسلے میں عوام کے روبرو لیڈروں کو کچھ قوائد وضوابط کا پابند کرنا پڑے گا ہمیں متحدہ محاذ کے بارے میں خالی لفاظی کی بجائے لینن کی اس پالیسی کو اپنانا پڑے گا جو اس نے وضع کی تھی اور جس پر 1917ء میں بالشویکوں نے عمل کر کے عظیم کامیابی حاصل کی تھی۔

1* زینوویف سٹالن لائحہ عمل: وائیرزینوویف(1936-1883) کومنٹرن کی تشکیل 1919ء سے لے کر 1926ء تک اس کا سربراہ رہا بعد میں سٹالن نے اس عہدے سے ہٹا دیا لینن کی وفات کے بعد زینوویف اور کیمینوف نے سٹالن کے ساتھ مل کر ٹراٹسکی کے خلاف ایک محاذ بنالیا اور سوویت پارٹی پر غلبہ حاصل کرلیا زینوویف سٹالن غلبے کے دوران کومنٹرن نے ایسی مفاد پرستانہ لائن اپنائی جو بہت سی شکستوں اور کامیابی کے بہت سے مواقع ضائع کرنے کا باعث بنی ان میں سب سے قابل ذکر 1923ء میں جرمن انقلاب کو روک دینے کا واقعہ شامل ہے سٹالن سے علیحدہ ہونے کے بعد زینوویف ٹراٹسکی کی اپوزیشن میں شامل ہو گیا لیکن جب 1928ء میں متحدہ محاذ کی پارٹی نے اسے نکال باہر کیا تو یہ ایک مرتبہ پھر نکال دیا اختلاف نظریات کے خاتمے کے بعد اسے ایک مرتبہ پھر پارٹی میں لے لیا گیا، 1934ء میں ایک مرتبہ پھر اسے پارٹی مین سے نکال کر جیل میں ڈال دیا گیا۔1936ء میں ماسکو میں لگنے والی ابتدائی عدالتوں میں اس نے اپنے ''جرائم'' کا اعتراف کرلیا چنانچہ اسے موت کی سزا دے دی گئی۔

کمیونسٹ انٹرنیشنل کے رویے میں تبدیلی اور جرمن صورت حال، 1930ء سے ماخوذ

ایک کہاوت

ایک مرتبہ مویشیوں کا ایک تاجر کچھ بیلوں کو ہانک کر ذبح خانے لایا اور جب قصاب اپنی چھری لے کر ان کے قریب پہنچا تو ایک بیل دوسرے بیلوں سے کہنے لگا'' آوٴہم اپنی صفیں باندھ لیں اور اس قاتل کو اپنے سینگوں پر اٹھا لیں''، باقی بیلوں نے جو مانسکی کے ادارے سے سیاسی تعلیم حاصل کیے ہوئے تھے جواب دیا براہ مہربانی ہمیں یہ تو بتاوٴ کہ قصاب ہمارا بڑا دشمن کیسے ہوا؟ ہمارا اصل دشمن تو وہ تاجر ہے جو ڈنڈے کے زور پر ہمیں یہاں لایا ہے'' لیکن ہم بعد میں اس تاجر سے بھی نپٹ لیں گے'' پہلے بیل نے جواب دیا نہیں نہیں ہمارے اصل دشمن کو بچانے کی کوشش کر رہے ہو،تم خود ایک سوشل قصاب ہو، باقی کے بیلوں نے اپنے موقف پر مضبوطی سے قائم رہتے ہوئے جواب دیا اور اپنی صفیں باندھنے سے انکار کر دیا۔اور قصاب کی چھری سے شکار ہو گئے۔آگے کیا؟ جرمن پرولتاریہ کے لیے اہم ترین سوالات 1923ء سے ماخوذ

جرمن پولیس اور فوج

کسی حقیقی خطے کے موقع پر سوشل ڈیموکریسی''(1)* آئرن فرنٹ'' کی بجائے پروشیا کی پولیس پر بھروسہ کرتی ہے۔یہ کہنا کہ پولیس کی بھرتی زیادہ تر سوشل ڈیموکریٹ ورکروں میں سے کی جاتی ہے بالکل بے معنی ہے کیونکہ ضمیر کا تعلق ہمیشہ حالات سے ہوتا ہے جو ورکر بھی پولیس مین بن جاتا ہے وہ ورکر نہیں رہتا بلکہ سرمایہ دار بورژوازی کا ''سپاہی'' بن جاتا ہے آنے والے سالوں میں یہی پولیس والے نازی طالب علموں کی بجائے انقلابی ورکروں کے خلاف ہی جنگ کریں گے۔ایسی تربیت اپنے اثرات چھوڑے بغیر ہیں رہ سکتی کیونکہ ہر پولیس والا جانتا ہے کہ چاہے حکومت بدل بھی جائے لیکن پولیس وہی رہتی ہے

سوشل ڈیموکریسی کے نظریاتی ترجمان(DAS FIRE WORT) جو ایک فضول پرچہ ہے!) نے اپنے نئے سال کے شمارے میں ایک مضمون شائع کیا ہے جس میں ''برداشت یا استقامت'' کی پالیسی کے بارے میں انتہائی مفصل بیان ہے اس مضمون سے یہ تاثر ملتا ہے کہ ہٹلر جرمن پولیس اور فوج کے خلاف کبھی بھی اقتدار میں نہیں آ سکتا۔چونکہ فوج آئینی لحاظ سے جمہوریہ جرمن کے صدر کے ماتحت ہوتی ہے اس لیے مضمون کے مطابق اگر صدر آئین سے وفادار رہے تو اسے ''فاشزم'' سے کوئی خطرہ لاحق نہیں ہو سکتا اور صدارتی انتخابات تک (2)* برونگ(BRUENING) حکومت کی حمایت لازمی طور پر کرنی چاہیے تاکہ پارلیمانی بورژوازی کے اشتراک سے ایک آئینی صدر کا انتخاب عمل میں لایا جا سکے اس طرح ہٹلر کے اقتدار کا راستہ مزید سات سال تک روکا جا سکتا ہے۔ان اصلاح پسند سیاست دونوں، ڈوریاں ہلانے والے عیاروں، چالاک سازشیوں، منافقوں، تجربہ کار پارلیمانی اور وزارتی چالبازوں کو وقت کا دھارا بہت جلد ان کی کمین گاہوں سے باہر اٹھا کر پھینک دے گا اور اس سے پہلے کہ وہ خود کچھ کریں۔انہیں مکافات عمل کا سامنا کرنا ہوگا۔ان کے لیے اس سے زیادہ نرم الفاظ استعمال نہیں کیے جا سکتے کہ وہ انتہائی احمق اور بیوقوف ہیں۔

صدر پر انحصار کرنا''حکومت'' پر انحصار کرنے کے مترادف ہے۔جرمن قوم کی اکثریت پر مشتمل دو بڑے گروہ یعنی پرولتاریہ۔یہ اور فاشسٹ پیٹی بورژوازی اپنی ناگزیر حالت جنگ میں کھڑے ہیں۔اور وارورلس فورواٹز کے یہ مارکسسٹ پھونک پھونک کر چوکیدار کو ہلا رہے ہیں''مدد! اے حکومت وقت مدد جنگ روکنے کے لیے اپنا دباوٴ ڈالے''

(آگے کیا؟ جرمن پرولتاریہ کے لیےاہم ترین سوالات 1932ء سے ماخوذ

---

(1)* آئرن فرنٹ یہ ایک محاذ تھا۔ جو اکثر بڑی ٹریڈ یونینوں اور بورژوا ریپبلکن گروپوں کے درمیان بنا تھا۔ لیکن اسے عوام میں کوئی خاص مقبولیت حاصل نہ تھی۔ اسے 1931ء کے آخر میں سوشل ڈیموکریٹوں نے تشکیل دیا تھا۔ اس مقصد کے لیے کو یونینوں اور کارکنوں کی کھیلوں کی تنظیموں کے اندر آئرن فسٹ کے نام سے لڑاکا گروپ بنانے گئے جنہیں بعد میں آئرن فرنٹ میں شامل کر دیا گیا۔ اس فرنٹ کا پہلا کام صدر ہنڈن برگ کو دوبارہ منتخب کرانے کے لیے مہم چلانا تھا۔ چنانچہ آئرن فرنٹ نے پریڈ اور ریلیوں کا انتظام کیا جس میں ہزاروں ورکر جمہوریت کے تحفظ کے لیے عہد کرتے ہوئے نعرے لگاتے تھے آزادی، آزادی سوشل ڈیموکریٹ اور یونین اس تنظیم کے ذریعے ہٹلر کو روکنے کے بارے میں پر یقین تھیں لیکن ایسا نہ ہوسکا۔

HENRICH BRUENING(2) ہنرچ برونگ (1930-1932) تک جرمنی کا چانسلر جرمنی میں مارچ 1930ء میں ''با قائدہ پارلیمانی حکومت کا اختتام ہو چکا تھا۔ اس کے بعد بوناپاٹ حکومتوں کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا۔ جیسے برونگ، وان پپن، وان سیلچر۔ یہ تمام لوگ مروجہ پارلیمانی اصولوں کی بجائے ''ایمرجنسی'' کے ذریعے حکومت کرتے رہے ان بوناپارٹ شخصیتوں نے اپنے آپ کو طبقات اور پارٹیوں سے بالاتر سیاسی نجات دہندوں کے طور پر پیش کیا جن کا مقصد محض قوم کو سیاسی بحران سے نکالنا تھا یہ لوگ پرانے بورژوازی ڈیموکریٹک پارٹی نظام کی بجائے براہ راست فوج، پولیس اور سرکاری افسر شاہی کے ذریعے حکومت چلاتے رہے قوم کے بائیں بازو یعنی سوشلسٹوں اور کمیونسٹوں اور دائیں یعنی فاشسٹوں کے خطرات سے بچانے کی آڑ میں انہوں نے بائیں بازو کو شدید نقصانات پہنچائے کیونکہ ان کا بنیادی مقصد سرمایہ داری نظام کو بچانا تھا۔۲۔VORWAERTS سوشل ڈیموکریٹوں کا سب سے بڑا اخبار تھا۔

بورژوازی (استحصالی طبقہ) پیٹی بورژوازی (درمیانہ طبقہ) اور پرولتاریہ (محنت کش طبقہ)

کسی بھی سیاسی صورت حال کا سنجیدہ تجزیہ کرنے کے لیے مندرجہ ذیل تین طبقوں کے باہمی تعلقات کو سمجھنا ضروری ہے یعنی بورژوازی بشمول کسان طبقہ اور پرولتاریہ معاشی طور پر بہت زیادہ طاقتور بورژوازی پوری قوم کی ایک نہایت حقیر اقلیت کی نمائندگی کرتا ہے لیکن اپنے غلبے کو قائم کرنے کے لیے اسے پیٹی بورژوازی کے ساتھ ایک مخصوص نوعیت کے تعلقات بنانے پڑتے ہیں جس کے ذریعے وہ پرولتاریہ تک رسائی حاصل کرتا ہے۔

ان تینوں طبقوں کے درمیان جدلیاتی تعلق کو سمجھنے کے لیے ہمیں تین تاریخی مراحل کو سمجھنا نہایت ضروری ہے۔

پہلا مرحلہ: سرمایہ داری کے ارتقاء کا ظہور جب بورژوازی کو اپنے مسائل حل کرنے کے لیے انقلابی ذرائع کی ضرورت ہوتی ہے۔

دوسرا مرحلہ: سرمایہ داری کا عروج جب بورژوازی طبقہ اپنے غلبے کو برقرار رکھنے کے لیے باقاعدہ پرامن، قدامت پرست جمہوری عمل کا تسلسل چاہتا ہے۔ اور

تیسرا مرحلہ: سرمایہ داری کا زوال جب بورژوازی اپنے استحصال کرنے کے حق کو بچانے کے لیے پرولتاریہ کے خلاف خانہ جنگی کرنے کے لیے بھی آمادہ ہو جاتا ہے۔ ان تینوں مراحل کا مخصوص سیاسی پروگرام یعنی (1)*جیکو بینزم JACOBINISM اصلاح پسند جمہوریت (بشمول ڈیموکریسی) اور فاشزم درحقیقت پیٹی بورژو سیاست کا پروگرام ہے۔

کسی اور ثبوت کے بغیر صرف یہی ایک حقیقت یہ ظاہر کرنے کے لیے کافی ہے کہ بورژوازی معاشرے کے لیے پیٹی بورژوازی کتنا فیصلہ کن کردار ادا کرتا ہے۔ اس کا یہ مطلب بھی ہرگز نہیں کہ بورژوازی اور اس کے سب سے بڑے سماجی حلیف یعنی پیٹی بورژوازی کے درمیان تعلقات باہمی اعتماد اور پرامن بقائے باہمی کے اصولوں پر استوار ہوتے ہیں ایسا ہرگز نہیں ہوتا۔ کیونکہ پیٹی بورژوا ایک استحصال زدہ اور اپنے حقوق سے محروم طبقہ ہوتا ہے۔ اس لیے یہ بورژوازی کے خلاف دشمنی اور نفرت کے جذبات رکھتا ہے جبکہ دوسری طرف بورژوازی اس طبقے کو اپنے حق میں استعمال کرنے کے بعد بداعتمادی کا شکار ہو جاتا ہے۔ اسے ہمیشہ یہ خوف رہتا ہے کہ اس نے پیٹی بورژوا کے اوپر جو پابندیاں عاید کی ہوئی ہیں وہ انہیں کہیں توڑ کر ان کے ہاتھ سے نکل نہ جائے۔

جب پیٹی بورژوا طبقہ بورژوازی کی ترقی اور کامیابی کے لیے راستہ ہموار کر رہا تھا۔ تو جیکو بینز کے ساتھ قدم قدم پر بورژوازی کی محاذ آرائی بھی جاری تھی کیونکہ بورژوازی کے خلاف اس کی ناقابل مصالحت جدوجہد کا یہ لازمی نتیجہ تھا۔ اپنا محدود تاریخی کردار ادا کرنے کے بعد جیکو بینز گروہ ختم ہو گیا کیونکہ سرمایہ داری کے غلبے کا فیصلہ بہت عوامل پہلے ہی سے کر چکے تھے۔

ان تمام مراحل کے دوران بورژوازی نے پارلیمانی جمہوریت کی آڑ میں اپنے اقتدار کو مستحکم کر لیا لیکن یہ جمہوریت نہ تو پرامن تھی اور نہ ہی رضا کارانہ یہ طبقہ عالمی رائے عامہ سے

نہایت خوفزدہ تھا۔لیکن آخری وقت میں یہ طبقہ جموری فریم ورک کی آڑ میں تشدد اور مراعات کے ہتھکنڈوں سے کامیاب ہوگیا اس کی حمایت نہ صرف پیٹی بورژوازی بلکہ ''مزدور امراء'' کی شکل میں ابھرنے والے نئے پیٹی بورژوا پرولتاریہ کے ایک بڑے گروہ نے بھی کی یہی وجہ ہے کہ(2)*اگست 1914ء میں سامراجی بورژوازی اپنے پارلیمانی جمہوری اختیارات کی وجہ سے لاکھوں مزدوروں اور کسانوں کو جنگ کی بھٹی میں جھونکنے میں کامیاب ہو گئے جنگ کے ساتھ ہی سرمایہ داری کا زوال ہونا شروع ہو گیا خاص طور پر اس کے اقتدار کے جمہوری ہونے کا۔اب مسئلہ نئی مراعات اور اصلاحات کا نہ تھا۔بلکہ پہلے سے موجود مراعات کو بھی کم کرنے کا تھا۔یہیں سے بورژوازی نہ صرف پرولتاریہ جمہوریت کے اداروں (ٹریڈ یونین اور سیاسی پارٹیوں) بلکہ پارلیمانی جمہوریت کے بھی خلاف ہوگیا۔جس کی رو سے مزدور تنظیمیں وجود میں آئی تھیں۔چنانچہ ایک طرف ''مارکسزم'' اور دوسری طرف پارلیمانی جمہوریت کے خلاف مہم شروع کر دی گئی۔

جس طرح اپنے موقف میں لبرل بورژوازی اکیلے جاگیرداری،طوائف الملو کی اور چرچ کے خلاف کامیاب نہیں ہو سکے تھے اسی طرح سرمایہ داری بھی اکیلے محنت کش طبقے کا مقابلہ نہیں کرسکتی انہیں پیٹی بورژوا طبقے کی مدد کی اشد ضرورت ہے اس مقصد کے لیے انہیں جگانے ،اپنے پاؤں پر کھرا کرنے ،متحرک اور مسلح کرنے کی ضرورت ہے لیکن اس طریقے کے اپنے کئی خطرات ہیں۔دوسری طرف اگر فاشزم کو بروئے کار لیا جائے۔تو بورژوازی کو اس سے بھی خطرات درپیش ہوتے ہیں۔مئی 1926ء میں بورژوازی سوسائٹی کو بچانے کے لیے(3)* پیلسوڈسکی خود پولش بورژوازی کی روائتی پارٹیوں کو کچلنا اور ان کا تختہ الٹا پڑا۔ یہ معاملہ اتنا طول پکڑ گیا کہ پولش کمیونسٹ پارٹی کے سرکاری لیڈ(4)*روارسکی WARSKI نے جو(5)*روزہ لیکسمبرگ سے علیحدگی کے بعد لینن کی بجائے سٹالن کو ملنے آیا تھا۔پیلسوڈسکی کی اس کاروائی کو''انقلابی جمہوری ڈکٹیٹرشپ'' کا باب قرار دیا اور کارکنوں پر زور دیا کہ وہ پیلسوڈسکی کی حمایت کریں۔

2جولائی 1926ء کو کمیونسٹ انٹرنیشنل کی انتظامی کمیٹی نے پولس کمیشن کے اجلاس میں راقم (ٹراٹسکی) نے پولینڈ کے واقعات پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ''اگر مجموعی صورت حال کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ پیلسوڈسکی کا انقلاب دم توڑتی ہوئی بورژوازی کے سلگتے ہوئے مسائل حل کرنے کا پلیبین (Plebein) پیٹی بورژوازی طریقہ کار ہے جس میں ہمیں اطالوی فاشزم کے ساتھ ہو بہو مشابہت ملتی ہے اور دونوں واقعات میں واضح طور پر مشترک خصوصیات پائی جاتی ہیں دونوں نے اپنے پہلے ہراول دستے کے طور پر پیٹی بورژوازی کو استعمال کیا۔مسولینی اور پیلسوڈسکی دونوں نے غیر پارلیمانی ذرائع استعمال کیے جن میں کھلے عام تشدد اور خانہ جنگی کے طریقے شامل تھے دونوں ہی کسی قسم کی تباہی سے بے نیاز، بورژوا سوسائٹی کو بچانا چاہتے تھے انہوں نے پہلے پیٹی بورژوازی ٹولے کے منتقل کر دیا تو پھر وہ بورژوازی کے بڑے اتحادی کی حیثیت سے سامنے آگئے غیر شعوری طور پر یہاں ایک تاریخی حقیقت ابھر کر سامنے آتی ہے اگر ہم جیکو بینز کے بارے میں مارکس کا تجزیہ یاد کریں جو اس نے بورژوازی کے ارتقاء کے زمانے میں کیا تھا۔کہ''یہ بورژوازی کے دشمن جاگیرداروں کے ساتھ معاملہ طے کرنے کا''پلیبین'' طریقہ کار ہے تو اب بورژوا سوسائٹی کے زوال کے موقع پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ اسے اپنے مسائل حل کرنے کے لیے ایک مرتبہ پھر''پلیبین'' (پیٹی بورژوا) طریق کار کی ضرورت پیش آئی گو کہ اب وہ ترقی پسند سوسائٹ کی بجائے مکمل طور پر فرسودہ اور رجعت پسند ہو چکی ہے۔ان حالات میں ہم وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ فاشزم جیکو بینزم کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔

بورژوازی اپنے اقتدار کو اپنے ہی بنائے ہوئے پارلیمانی طریقوں سے زیادہ دیر تک قائم نہیں رکھ سکتا اس مقصد کے لیے اسے فاشزم کی ضرورت پڑتی ہے جو کسی بھی مشکل وقت میں اس کے دفاع کے لیے ہتھیار کا کام کرتا ہے۔فاشزم ہمیشہ جیکو بینز کا مخالف رہا ہے جس نے بورژوا سوسائٹی کے ارتقاء کا راستہ اپنے خون سے صاف کیا تھا فاشسٹ دم توڑتی ہوئی بورژوازی کے اس سے زیادہ قریب ہیں۔ جتنے جیکو بین ابھرتی ہوئی بورژوازی کے قریب تھے تاہم سنجیدہ بورژوازی حلقے معاملات کے حل کے لیے فاشسٹ طریقہ کار کو پسند نہیں کرتے اگر چہ یہ سب کچھ ان کی سوسائٹی کے مفاد میں کیا جاتا ہے لیکن وہ سمجھتے ہیں۔اس طریقہ کار میں ان کے لیے بہت سے خطرات پوشیدہ ہیں۔ چنانچہ فاشزم اور بورژوا پارٹیوں کے درمیان بھی ایک اپوزیشن پیدا ہو جاتی ہے۔

بڑے بورژوازی بھی فاشزم کو عام حالات میں اتنا ہی کم پسند کرتے ہیں جتنا کہ ایک عام آدمی اپنی دکھتی ہوئی داڑھ کو نکلوانا پسند کرتا ہے بورژوازی کے سنجیدہ حلقوں نے پیلسوڈسکی جیسے دندان ساز کے کام کو پہلے تو بہت شک وشبے کی نظر سے دیکھا لیکن اپنے آخری تجزیے کے مطابق انہوں نے اس کے ساتھ مصالحت کر لی گو یہ مصالحت بڑی دھمکیوں اور وسدے بازیوں کے ساتھ ہوئی۔ چنانچہ پیٹی بورژوا کے ماضی کے بت اب سرمایہ داری کے محافظوں میں تبدیل ہو گئے ہیں۔

سوشل ڈیموکریسی کے ''سیاسی متبادل'' کے طور پر فاشزم کا تاریخی مقام متعین کرنے کے راستے میں آج ''سوشل فاشزم'' کا نظریہ سب سے بڑی رکاوٹ ہے پہلی نظر میں یہ نظریہ ایک بناوٹ یا دھمکی کی صورت میں بے ضرر حماقت دکھائی دیتا ہے لیکن بعد کے واقعات نے ثابت کر دیا ہے کہ اس سٹالنسٹ نظریے نے کمیونسٹ انٹرنیشنل کی ترقی پر کتنے مہلک اثرات مرتب کئے ہیں۔

کیا جیکو بینز، جمہوریت اور فاشزم کے تاریخی کردار سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ پیٹی بورژوا کی مخالفت محض اس لیے جاری رکھی جائے۔ کہ وہ ان طبقوں کے ہاتھ میں آخری وقت تک ان

کا ہتھیار بنے رہتے ہیں؟ اگر ایسا کیا گیا تو ان ملکوں میں پرولتاریہ کی ڈکٹیٹر شپ قائم کرنا تقریباً ناممکن ہو جائے گا۔ جہاں یہ پیٹی بورژوا طبقہ اپنی قوم کی اکثریت کا حصہ ہے بلکہ ان ملکوں میں تو اور بھی مشکل ہو جائے گا۔ جہاں یہ ''انتہائی اہم اقلیت'' کی شکل میں موجود ہے۔ خوش قسمتی سے صورت حال ایسی نہیں ہے۔ پہلے (6)* پیرس کمیون کے ایک شہر تک محدود تجربے اور اس کے بعد بہت بڑے پیمانے پر رونما ہونے والے (7) اکتوبر انقلاب نے ثابت کر دیا ہے کہ پیٹی بورژوا اور بڑے بورژوازی کے درمیان قائم ہونے والا اتحاد نا قابل شکست نہیں ہے۔

چونکہ پیٹی بورژوازی اس قابل نہیں کہ وہ اپنی آزادانہ پالیسی اپنا سکے (یہی وجہ ہے کہ پیٹی بورژوا جمہوری ڈکٹیٹر شپ نا قابل عمل ہے)۔ اس لیے اس کے پاس اس کے علاوہ کوئی راستہ نہیں کہ وہ بورژوازی اور پرولتاریہ میں سے کسی ایک دے۔

سرمایہ داری کے ظہور ارتقاء اور جوبن کے زمانے میں بہت سے اختلافات کے بوجود پیٹی بورژوا طبقہ نہایت فرمانبرداری کے ساتھ سرمایہ دارانہ لشکر میں شامل رہا کیونکہ اس کے علاوہ وہ کچھ کر نہیں سکتا تھا۔ لیکن جب بھی سرمایہ دارانہ نظام میں دراڑیں پڑی ہیں اور معاشی صورت حال انحطاط پذیر ہوئی ہے پیٹی بورژوا نے اپنی پرانے آقاؤں اور سوسائٹی کے حکمرانوں کی زنجیریں توڑنے کی پوری کوشش کی ہے اس طبقے میں پرولتاریہ کے ساتھ اپنی قسمت وابستہ کرنے کی تمام اہلیت کا یقین ہو جائے کہ وہ معاشرے کو ایک نئی راہ پر چلانے کے لیے رہنمائی مہیا کرنے کے قابل ہے اور پرولتاریہ اپنے اوپر یہ اعتماد اپنی طاقت، اپنے اعمال کی پختگی، دشمن کے خلاف ماہرانہ جارحیت اور پنی انقلابی پالیسی کی کامیابی کی بدولت ہی حاصل کر سکتا ہے۔

اگر انقلابی پارٹی مکمل طور پر حالات کو اپنے قابو میں کرنے میں کامیاب نہیں ہوتی تو! اس صورت میں بھی پرولتاریہ کی روزمرہ کی جدوجہد بورژوازی کے انحطاط کو اور تیز کرتی رہتی ہے ہڑتالوں اور سیاسی بے چینی سے ملک کی معیشت روز بروز خراب ہوتی جاتی ہے۔ اگر پیٹی بورژوا کو اپنے تجربے کی بنا پر یقین ہو جائے کہ پرولتاریہ کی قیادت عوام کو ایک نئے راستے پر لے جانے کی اہلیت رکھتی ہے تو وہ اس بڑھتی ہوئی محرومی کے ساتھ عارضی طور پر مفاہمت کر لیتا ہے لیکن اگر انقلابی پارٹی اپنی تمام تر طبقاتی جدوجہد لگاتار بڑھتی ہوئی مقبولیت اور وقت کی سازگاری کے باوجود محنت کش طبقے کو متحد کرنے میں ناکام ہو جائے۔ غیر مستقل مزاجی دکھائے یا مایوس ہو کر اپنی ہی پالیسیوں کی نفی کرنے لگے تو پیٹی بورژوازی کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو جاتا ہے اور وہ انقلابی کارکنوں کو اپنے تمام مصائب کا ذمہ دار سمجھنے لگتے ہیں تمام بورژوا پارٹیاں بشمول سوشل ڈیموکریسی اپنی پالیسیوں میں اسی طرح کی تبدیلیاں پیدا کر لیتی ہیں جب سماجی بحران اپنی انتہا تک پہنچ جاتا ہے تو یکا یک ایک مخصوص پارٹی منظر عام پر نمودار ہوتی ہے جس کا بنیادی مقصد پیٹی بورژوا کو پرولتاریہ کے خلاف غم وغصہ کے جذبات میں مبتلا کرنا ہوتا ہے جرمنی میں اس تاریخی عمل کو نیشنل سوشلزم (نازی ازم) نے پورا کیا ہے جس کا نظریہ بورژوازی کے گلے سڑے اور متعفن کاٹھ کباڑ پر مشتمل ہے۔

(ماخوذ از ''جرمنی کے لیے واحد راستہ (دسمبر 1932ء میں لکھا گیا اور اپریل 1933ء میں امریکہ میں شائع ہوا۔)

---

(1)* JACOBINS عظیم فرانسیسی انقلاب کے دوران پیٹی بورژوازی طاقتوں کا بائیں بازو تھا اپنے انتہائی انقلابی مرحلے میں اس گروپ کی قیادت ROBESPINRRE روبسپیئر نے کی تھی۔

(2) 4* اگست 1914ء کا دن دوسری انٹرنیشنل کے خاتمے کا دن تھا۔ اس دن کی سیٹنگ میں موجود جرمن سوشل ڈیموکریٹک پارٹی کے نمائندوں نے سامراجی حکومت کے جنگی بجٹ کے حق میں ووٹ دے دیا اسی دن چیمبر آف ڈپٹیز CHAMBER OF DEPUTIES میں فرانسیسی سوشلسٹ پارٹی نے بھی یہی کچھ کہا۔

(3)* جوزف پیلسوڈسکی:۔ بنیادی طور پر قوم پرست خیالات کا حامل ایک ''سوشلسٹ'' 1920 میں اس نے پولینڈ میں سوویت مخالف فوجوں کی سربراہی کی اور تختہ الٹ کر فاشسٹ ڈکٹیٹر شپ قائم کر لی۔

(4)* اے وارسکی۔ بالشویکوں سے اختلافات کی وجہ سے روزہ لکسمبرگ کا دوست اور ساتھی بن گیا جب کومنٹرن نے اپنے ''تیسرے مرحلے'' میں بائیں بازو کی پالیسی سے انحراف کیا تو وارسکی کی پولس کمیونسٹ پارٹی کے لیڈر کی حیثیت سے تنزلی کر دی گئی لیکن اسے پارٹی سے نکالا نہیں گیا وہ (37-1936ء) کی بڑی تطہیر کے دوران روس میں کہیں روپوش ہو گیا۔

(5)* روزا لکسمبرگ 1970-1919ء عظیم انقلابی لیڈر اور مفکر، شروع میں وہ اپنے مادر وطن پولینڈ کی سوشلسٹ تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی رہی اور بعد میں جرمن سوشل ڈیموکریٹک پارٹی کے بائیں بازو کی لیڈر بن گئی اسے اور کارل لیبکنتھ کو جنگ عظیم اول کی مخالفت کرنے کی پاداش میں قید کر دیا گیا اپنی رہائی کے بعد انہوں نے سپارٹا کسبنڈ کی

رہنمائی کی۔ چنانچہ دونوں گرفتار ہوگئے اور 1919ء کے ناکام انقلاب کے دوران قتل کر دیئے گئے۔

(6)*پیرس کمیون پرولتاریہ کی پہلی ڈکٹیٹر شپ تھی۔ فرانکو پرشین جنگ کے اختتام پر پیرس کے عوام نے محنت کش تنظیموں کی سربراہی میں اپنی آزاد حکومت قائم کرلی اور ورسیلز کی بورژا حکومت کے حملوں کی ڈٹ کر مزاحمت کی اس کمیون نے درسیلز فوج کے حملوں کا 18 مارچ سے 21 مئی 1871ء تک بڑی بے جگری سے مقابلہ کی الیکن بالآخر انہیں شکست ہوگئی

(7)*انقلاب اکتوبر بالشویک انقلاب تھا۔

بورژوا جمہوریت کا زوال

پہلی جنگ عظیم کے بعد روس، جرمنی، آسٹریا، ہنگری اور سپین میں شاندار فاتحانہ انقلابات برپا ہوئے لیکن ان میں روس وہ واحد ملک ہے جہاں محنت کش تمام اختیارات اپنے ہاتھ میں لینے میں کامیاب ہوئے جہاں انہوں نے اپنا استحصال کرنے والوں کو بے دخل کردیا اور جہاں انہیں پہلی مرتبہ محنت کشوں کی ریاست قائم کرنے اور اسے برقرار رکھنے کا تجربہ حاصل ہوا۔ (1)*باقی تمام جگہوں پر اپنی فتح کے باوجود پرولتاریہ اپنے لیڈروں کی غلطیوں کی وجہ سے راستے ہی میں رہ گیا جس کے نتیجے میں اقتدار ان کے ہاتھ سے پھسل کر بائیں بازو سے دائیں بازو کے پاس چلا گیا اور فاشزم کا شکار ہوگیا جب کہ دورے بہت سے مما لک میں طاقت فوجی آمریت کے ہاتھ میں آگئی کسی بھی جگہ کی پارلیمنٹ طبقاتی تضادات کو حل کرنے اور حالات کو پرسکوں رکھنے میں کامیاب نہ ہوسکی۔ بلکہ تضادات کو بندوق کی نالی سے حل کیا گیا۔

فرانسیسی عوام کا ایک عرصے تک یہ خیال تھا کہ چاہے جو کچھ بھی ہو فاشزم کا ان سے کوئی سروکار نہیں ہوگا۔ کیونکہ وہ ایک جمہوریہ میں رہتے تھے۔ جہاں ان کے تمام مسائل رائے شماری کے عالمی اصول کے مطابق حل ہوتے تھے لیکن 6 فروری 1934ء کے دن ہزاروں فاشسٹ اور شاہ پسند ریوالوروں اور لاٹھیوں اور چاقوؤں سے مسلح ہوکر (2)* ڈومرگ کی رجعتی حکومت کی شکل میں ملک پر مسلط ہوگئے اور پھر اس حکومت کی سرپرستی میں فاشسٹ گروہ پھلتا پھولتا اور اپنے آپ کو مسلح کرتا رہا اس لیے کل کا کیا اعتبار ہے؟

جو لوگ اس خیال سے اپنے دل کو تسلی دیتے ہیں کہ ''فرانس جرمنی نہیں'' وہ مایوسی کا شکار ہیں تمام مما لک میں ایک جیسے تاریخی قوانین پر عمل کرتے ہیں یعنی سرمایہ داری کے زوال کے قوانین۔ کیونکہ

جب ذرائع پیداوار چند سرمایہ داروں کے ہاتھوں میں سمٹ کر رہ جاتے ہیں تو سوسائٹی کی نجات کا کوئی راستہ باقی نہیں بچتا۔ پھر اس معاشرے میں بحران پر بحران آتے ہیں۔ ضرورتیں بڑھ کر مصائب بن جاتی ہیں اور حالات بد سے بدترین ہوجاتے ہیں۔ ل بعض ملکوں میں سرمایہ داری کا زوال اور شکست وریخت مختلف طریقوں اور غیر یکساں اتار چڑھاؤ کے ساتھ ہوتی ہیں۔ لیکن اس عمل کی بنیادی خصوصیات ہر جگہ ایک ہی جیسی رہتی ہیں۔ بورژوازی اپنی سوسائٹی کو مکمل دیوالیہ پن کی طرف لے کر جارہا ہے۔ یہ اس قابل نہیں کہ عوام کو روٹی یا امن کی ضمانت دے سکے۔ یہی وجہ ہے کہ اب یہ جمہوریت کا ''تکلف'' بھی برداشت نہیں کرسکتا اور کارکنوں کو کچلنے کے لیے جسمانی تشدد کا سہارا لینے پر مجبور ہے تاہم اکیلے پولیس کے لیے یہ کام بہت مشکل ہے کہ وہ کوارکنوں اور کسانوں کی بے چینی کو مکمل طور پر کچل سے دوسری طرف فوج کو عوام کے خلاف استعمال کرنا بھی ہر جگہ ممکن نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس طرح فوج میں پھوٹ پڑھنے کا اندیشہ ہوتا ہے اور بالآخر سپاہیوں کا ایک بڑا حصہ عوام کے ساتھ مل جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سرمایہ دار کارکنوں کے خلاف لڑنے کے لیے تربیت یافتہ مخصوص مسلح گروہ تیار کرتے ہیں بالکل اسی طرح جس طرح کتوں کی کچھ نسلوں کو شکار پر جھپٹنے کو خصوصی تربیت دی جاتی ہے اور یہی فاشزم کا تاریخی کردار ہے کہ جب سرمایہ دار جمہوری مشینری کی مدد سے اپنے غلبے اور اقتدار کو قائم نہ رکھ سکیں تو فاشسٹ محنت کس طبقے، ان کی تنظیموں اور سیاسی آزادیوں کو کچلنے کے لیے میدان میں آجاتے ہیں۔

فاشسٹ اپنا انسانی خام مال ''پیٹی بورژوازی'' میں سے حاصل کرتے ہیں جنہیں بڑے سرمایہ داروں نے مکمل طور پر تباہ کردیا ہوتا ہے موجودہ سماجی ڈھانچے میں پیٹی بورژوازی کے لیے اور کوئی راستہ ہی نہیں اور نہ وہ کوئی اور راستہ جاننا چاہتے ہیں فاشسٹ اس طبقے کی بے چینی، غصے اور مایوسی کو بڑے سرمایہ داروں سے موڑ کر کارکنوں کے خلاف کردیتے ہیں۔۔

دوسرے لفظوں میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ: فاشزم وہ عمل ہے جس کے ذریعے پیٹی بورژوازی کو اپنے بدترین دشمن کے رحم وکرم پر چھوڑ دیا جاتا ہے اس طریقے سے بڑے سرمایہ دار پہلے مڈل کلاس کو تباہ رتے ہیں اور پھر کرائے کے فاشسٹ نوسر بازوں کی مدد سے اس مایوس پیٹی بورژوازی کو محنت کش طبقے کے خلاف استعمال کرتے ہیں سرمایہ دارانہ حکومتیں صرف اسی طرح کے قاتلانہ ہتھکنڈوں سے قائم رہ سکتی ہیں۔ لیکن کب تک؟ صرف اس وقت تک جب کہ محنت کش طبقے کا انقلاب ان کا تختہ الٹ نہیں دیتا۔

(ماخوذ.WHITHER FRAANCE1934)

---

(1)* بلاشبہ کچھ دوسرے یورپی ممالک مثلاً انگلینڈ، بلجیم، ہالینڈ، سوئٹزلینڈ اور سینڈی نیوین ممالک کی طرح فرانس میں بھی پالیمنٹ، الیکشن، جمہوری آزادیاں یا ان کی باقیات ابھی تک موجود ہیں۔ لیکن ان تمام ممالک میں طبقاتی جدوجہد تیز ہورہی ہے جیسا کہ اس سے پہلے اٹلی اور جرمنی میں ہوئی تھی۔

(2)* گیٹسن ڈیمرگ فرانس کا بونا پارٹسٹ وزیراعظم جو ایڈورڈ ولادیر کے فوراً بعد اقتدار میں آیا ولادیر کی حکومت اسی دن ختم ہوگئی) جب 6 فروری 1934ء کو فاشسٹوں نے فسادات شروع کئے۔

کیا پیٹی بورژوازی (درمیانہ طبقہ) انقلاب سے خوفزدہ ہے؟

''پارلیمنٹ پرستی'' کے خبط میں مبتلا لوگ جو اپنے آپ کو عوام کا نباض قرار دیتے ہیں ہمیشہ اس مقولے کو دہراتے ہیں کہ ''درمیانے طبقے کو انقلاب سے خوفزدہ نہیں کرنا چاہیے کیونکہ یہ انتہاپسندی کے مخالف ہیں'' عام اصطلاح میں یہ بات بالکل غلط ہے یہ امر قدرتی ہے کہ درمیانے درجے کے تاجر یہ پسند کرتے ہیں کہ جب تک ان کا کاروبار اچھی فرح چلتا رہے اور مستقبل میں ان کی ترقی کے امکانات روشن رہیں اس وقت تک امن وامان کی صورت حال پرسکوں رہے لیکن جب یہ امید ختم ہوتجاتی ہے تو وہ بہت جلد مشتعل ہوکر کوئی انتہائی قدم اٹھانے کے لیے بھی تیار ہوجاتے ہیں۔

اگر یہ نہ ہوتو یہ طبقہ کس طرح جمہوری حکومت کا تختہ الٹ کر اٹلی اور جرمنی میں فاشزم کو برسراقتدار لاتا؟ وجہ صرف یہی ہے کہ مایوسی میں ڈوبے ہوئے درمیانے طبقے نے محسوس کیا کہ بڑے سرمایہ داروں کے خلاف لڑنے کے لیے ''فاشزم'' ہی واحد جارحانہ قوت ہے انہیں یقین ہے کہ محنت کش پارٹیوں کی نسبت جو صرف زبانی جمع خرچ کرنے پر ہی اکتفا کرتی ہیں، فاشزم زیادہ ''انصاف'' قائم کرنے کے لیے پوری طاقت استعمال کرے گا ایک لحاظ سے کسانوں اور دستکاروں کا موقف حقیقت پر مبنی ہے کیونکہ وہ بجا طور پر سمجھتے ہیں کہ طاقت کے استعمال کو نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔

اس بات کو تسلیم کرنا غلط بلکہ تین گنا غلط ہے کہ موجودہ پیٹی بورژوازی محنت کش پارٹیوں کے ساتھ کسی انتہاپسندانہ اقدامات کے خوف کی وجہ سے شامل نہیں ہورہا۔ اس کے برعکس پیٹی بورژوازی کا نچلا طبقہ یہ سمجھتا ہے کہ محنت کش پارٹیاں پارلیمانی مشینری کا ایک حصہ ہیں انہیں ان کی طاقت، جدوجہد کرنے کی اہلیت اور اس جدوجہد کو پانے منطقی انجام تک پہنچانے کی تیاری کے بارے میں یقین نہیں ہے۔

اگر یہ بات صحیح ہے تو سرمایہ داروں کے جمہوری نمائندوں کو ہٹا کر ان کے بائیں بازو کے پارلیمانی اتحادیوں کو آگے لانا کہاں تک درست ہے؟ یہی وجہ ہے کہ نیم دیوالیہ، تباہ حال اور غیر منطق تاجر برادری ایسا سوچنے پر مجبور ہوگئی ہے۔ چنانچہ کسانوں، کاریگروں، ملازم پیشہ افراد اور درمیانے درجے کے کارخانہ داروں کی اس نفسیات کو جس نے سماجی بحران سے جنم لیا ہے سمجھے بغیر ایک صحیح پالیسی ترتیب دینا ناممکن ہے یہ طبقہ چونکہ معاشی اور سیاسی طور پر دوسروں پر انحصار کرتا ہے لہٰذا یہ اپنی آزادانہ پالیسی وضع نہیں کرسکتا بلکہ اسے ایک ایسے ''لیڈر'' کی ضرورت ہوتی ہے جو اسے اعتماد میں لے سکے۔ ایسی لیڈر شپ اجتماعی یا انفرادی کوئی شخصیت یا جماعت دونوں بنیادی طبقوں یعنی پرولتاریہ یا بورژوازی میں سے ہی ہوسکتی ہے۔ فاشزم منتشر عوام کو متحد اور مسلح کرتا ہے۔ یہ متحارب گروہوں کو نئے سرے سے ایک دوسرے کے خلاف صف آراء کردیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پیٹی بورژوازی اسے ایک ''آزاد طاقت'' سمجھنے لگتا ہے اور یہ تصور کرنے لگتا ہے۔ کہ وہ ریاست پر مکمل غلبہ حاصل کرلے گا۔ اگر ان خوابوں اور امیدوں کی وجہ سے پیٹی بورژوازی کا دماغ گھوم جائے تو کوئی حیرت کی بات نہیں۔

اس کے باوجود پیٹی بورژوازی پرولتاریہ میں سے بھی اپنے لیڈر تلاش کرسکتی ہے جیسا کہ روس اور کسی حد تک سپین میں ہوا تھا۔ اٹلی، جرمنی اور آسٹریا میں بھی پیٹی بورژوازی نے اپنا جھکاؤ اسی سمت میں کیا۔ لیکن پرولتاریہ کی پارٹیاں اپنا تاریخی کردار ادا کرنے کے قابل نہ ہوسکیں۔

پیٹی بورژوازی کو اپنے ساتھ ملانے کے لیے لازمی ہے کہ پرولتاریہ ان کا اعتماد حاصل کرے اور اس مقصد کے لیے ان کا خود اپنی طاقت پر اعتماد ہونا نہایت ضروری ہے ان کا عملی پروگرام نہایت واضح ہونا چاہیے۔ اور انہیں اقتدار حاصل کرنے کے لیے تمام ممکن ذرائع استعمال کرنے کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ اپنی انقلابی پارٹی کے زیر کمان ایک فیصلہ کن اور کڑی جدوجہد شروع کرتے ہوئے پرولتاریہ کو کسانوں اور شہری پیٹی بورژوازی سے یہ کہنا چاہیے کہ ''ہم اقتدار کے لیے جدوجہد کررہے ہیں۔ یہ ہے ہمارا پروگرام۔ ہم اس پروگرام میں کسی قسم کی تبدیلی کے لیے آپ کے ساتھ گفتگو کرنے کے لیے تیار ہیں۔ ہم صرف بڑے سرمایہ داروں اور ان کے خواریوں کو تشدد کا نشانہ بنائیں گے۔ لیکن آپ جیسے

جدوجہد میں شریک ساتھیوں کے لیے ہماری خواہش ہے کہ ہم اپنے پیش کردہ پروگرام کے مطابق آپس میں اتحاد کریں،کسان ایسی زبان بڑی آسانی سے سمجھ لیں گے۔انہیں صرف پرولتاریہ کی اقتدار حاصل کرنے کی صلاحیت پر یقین کامل ہونا چاہیے۔''
یہ سب کچھ حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ پس وپیش، غیر مستقل مزاجی اور خالی لفاظی کی بجائے ایک متحدہ محاذ بنایا جائے اور وقت کے تقاضوں کو سمجھتے ہوئے سنجیدگی کے ساتھ خود کو انقلاب کے راستے پر گامزن رکھا جائے۔
(ماخوذ.WHITHER FRANCE 1934)

کارکنوں کی فوج اور اس کے مخالفین

جدوجہد کرنے کے لیے ضروری ہے کہ جدوجہد کرنے کے آلات اور ذرائع کو محفوظ اور مضبوط بنایا جائے۔مثلاً تنظیمیں اور میٹنگیں وغیرہ کیونکہ فاشزم (فرانس میں) ان کے لیے فوری اور براہ راست خطرے کا باعث بن جاتا ہے۔فاشزم ابھی بھی اتنا کمزور ہے کہ وہ براہ راست اقتدار حاصل نہیں کر سکتا۔لیکن یہ اتنا طاقتور ضرور ہے کہ محنت کش تنظیموں کو آہستہ آہستہ ختم کرنے کی کوشش کر سکے اپنے گروہ کو اپنے حملوں میں شریک کر سکے۔اور کارکنوں میں موجود اپنے ایجنٹوں کے ذریعے مایوسی اور بداعتمادی پھیلا سکے۔
وہ تمام لوگ لاشعوری طور پر فاشزم کو تقویت پہنچاتے ہیں جن کے نزدیک ''عملی جدوجہد'' غیر ضروری یا مایوس کن عمل ہے اور ڈومرگ کا اپنے فاشسٹ گروپ کو غیر مسلح کرنے کا مطالبہ بھی اسی زمرے میں آتا ہے موجودہ حالات میں پرولتاریہ کے لیے جھوٹی امیدیں میٹھے زہر سے بڑھ کر خطرناک اور کوئی چیز نہیں۔فاشسٹوں کے حوصلوں کو بڑھانے میں جتنا کردار کارکن تنظیموں کی کمزور امن پسندی نے ادا کیا ہے کسی اور نے نہیں کیا۔یہی وجہ ہے کہ محنت کش طبقے پر سے درمیانے طبقے کا اعتماد ختم کرنے میں دکھاوا، نام نہاد بردباری اور جدوجہد کرنے کی خواہش کا فقدان ہی بنیادی وجہ بنا ہے۔
سوشلسٹ پارٹی کا اخبار LE PPLILAIRE اور کمیونسٹ پارٹی کا ترجمان HUMANITE تقریباً روزانہ ہی لکھتے ہیں کہ:متحدہ محاذ فاشزم کے راستے میں ایک دیوار ہے'' ''متحدہ محاذ یہ اجازت نہیں دے گا'' ''فاشسٹوں کو یہ جرات نہیں ہوسکتی وغیرہ وغیرہ یہ محض کہنے کی باتیں ہیں اس مرحلے پر یہ ضروری ہے کہ کارکنوں،سوشلسٹوں اور کیمونسٹوں کو واشگاف الفاظ میں خبردار کر دیا جائے کہ وہ سطحی اور غیر ذمہ دار صحافیوں اور مقرروں کی باتوں میں نہ آئیں یہ ہماری زندگیوں اور شوشلزم کے مستقبل کا سوال ہے۔
اس کا مطلب نہیں کہ ہم متحدہ محاذ کی اہمیت سے انکار کر رہے ہیں بلکہ ہم نے اس کا مطالبہ اس وقت کیا تھا۔جب دونوں پارٹیوں کے لیڈر اس کے خلاف تھے متحدہ محاذ سے صرف بے شمار ''امکانات'' کے دروازے کھل سکتے ہیں۔اس کے علاوہ بذات خود یہ اتحاد کوئی فیصلہ صادر نہیں کر سکتا۔اگر کوئی چیز فیصلہ کرنے کی پوزیشن میں ہے تو ہو ہے عوامی جدوجہد،متحدہ محاذ کی اہمیت کا صحیح اندازہ تو اس وقت ہوگا۔جب LE PPLILAIRE اور HUMANITE پر فاشسٹ گروہ کے حملے کے نتیجے میں سوشلسٹ اور کیمونسٹ ایک دوسرے کی مدد کے لیے نکلیں گے۔لیکن اس مقصد کے لیے پرولتاریہ کے حربی گروہ کو باہر نکل کر تعلیم اور جسمانی تربیت حاصل کرنا ہوگی اور خود کو مسلح کرنا ہوگا اور اگر ''کارکنوں کی فوج'' کی شکل کی کوئی دفاعی تنظیم قائم نہ کی گئی تو LE PPLILAIRE اور HUMANITE متحدہ محاذ کی لامحدود طاقت کے بارے میں جتنے چاہیں مضامین لکھیں فاشسٹوں کے ایک ہی منظم حملے میں بے بس اور مجبور ہو جائیں گے۔
ہم یہاں یہ تجویز بھی پیش کرتے یں کہ کارکنوں کی فوج کے مخالفین کے دلائل اور نظریات کا بھی تنقیدی جائزہ لینا چاہیے جو کارکن پارٹیوں کے دونوں طبقوں میں کافی تعداد اور اثر ورسوخ کے مالک ہیں۔یہ بات اکثریت میں آتی ہے کہ ''ہمیں فوج کی بجائے'' عوامی خود دفاعی'' نظام کی ضرورت ہے۔لیکن سوچنے کی بات یہ ہے کہ جنگی تنظیموں،خصوصی تربیت یافتہ گروہ اور اسلحے کے بغیر'' عوامی خود دفاعی'' نظام ہوگا کیا؟ فاشزم کے مقابلے میں غیر منظم اور غیر تربیت یافتہ عوام کو ''خود دفاعی'' کے نام پر اکیلے چھوڑ دینا پونٹیس پیلاٹ (PONTIUS PILATE) سے بھی کم تر کردار ادا کرنے کے مترادف ہے کارکن فوج کے کردار سے انکار کا مطلب دفاع کی اہمیت سے انکار کرنا ہے۔پھر کسی پارٹی کی کیا ضرورت ہے؟ اس میں کوئی شک نہیں کہ عوامی تائید کے بغیر فوج کچھ بھی نہیں لیکن اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ کسی تربیت یافتہ جنگی گروہ کے بغیر انتہائی بہادر عوام بھی آہستہ آہستہ فاشسٹ گروہ کے تشدد کا نشانہ بن کر ختم ہو جاتے ہیں اس لیے دفاع کے لیے فوجی گروہ کی مخالفت کرنا انتہائی حماقت ہے کیونکہ جنگی گروہ ہی ''خود دفاعی'' کا ایک ہتھیار ہے کچھ مخالفین جو یقیناً نہایت غیر سنجیدہ اور غیر مخلص ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ ''کسی عسکری تنظیم کو بنانے کا مقصد خود کو ''اشتعال انگیزی'' میں ملوث کرنے کے مترادف ہے''۔یہ

کوئی دلیل نہیں بلکہ بے عزتی ہے اگر مجموعی صورت حال کا تقاضا یہ ہے کہ محنت کش تنظیموں کے تحفظ کو یقینی بنایا جائے تو پھر جنگی گروہ کی تشکیل کے بارے میں کیوں نہ سوچا جائے؟ شائد وہ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ عسکری گروہ کی تشکیل سے مشتعل ہو کر فاشسٹ حملوں اور حکومتی دباؤ میں اضافہ ہو جائے گا۔ اگر ایسا ہے تو یہ انتہائی رجعتی دلیل ہے یا انتہا پسندانہ دلیل ہے۔ لبرل حضرات کارکنوں سے ہمیشہ یہی کہتے آئے ہیں کہ اگر وہ اپنی طبقاتی جدوجہد کریں گے۔ تو اس کے اشتعال سے ''ردعمل'' جنم لے گا۔

اصلاح پسندوں نے مارکسسٹوں اور منشویکوں نے بالشویکوں کے خلاف بھی یہی الزام لگایا تھا۔ اپنے آخری تجزیے میں اس عمیق خیال کے سامنے یہ الزامات خود بخود سکڑ کر رہ جاتے ہیں کہ ''اگر مظلوم مزاحمت نہ کریں تو ظالم انہیں مارنے کی مہربانی نہیں کریں گے۔'' لیکن یہ فلسفہ ٹالسٹائی اور گاندھی کا ہے۔ مارکس اور لینن کا نہیں۔ اگر HUMANITE طاقت کے ذریعے ظلم کی مزاحمت نہ کرنے'' کی پالیسی اپنانا چاہتا ہے تو اسے اکتوبر انقلاب کی نشانی ہتھوڑے اور درانتی کے نشان کی جگہ اس ''پارسا بکری'' کو اپنا نشان بنالینا چاہیے جو گاندھی کو اپنا دودھ پلاتی رہتی ہے۔

''لیکن کارکنوں کو صرف ''انقلابی حالات'' میں ہی مسلح کرنا چاہیے جو ابھی پیدا نہیں ہوئے'' اس گہری دلیل کا مطلب یہ ہے کہ اس وقت تک کارکنوں کو ذبح ہونے کے لیے چھوڑ دینا چاہیے جب تک حالات انقلابی نہیں ہوتے وہ جو کل تک (1)* تیسری مرحلے کی تبلیغ کرتے تھے اپنی آنکھوں کے سامنے رونما ہونے والے واقعات کو دیکھنا نہیں چاہتے۔ اسلحے کا سوال اس لیے بھی بذات خود منظر عام پر آ گیا ہے کہ ''پر امن' نارمل، جمہوری'' صورت حال نے جس طوفانی خطرناک اور غیر مستحکم حالات کو جنم دیا ہے وہ کسی وقت بھی ''انقلابی'' یا ''ردِ انقلابی'' صورت حال میں تبدیل ہو سکتے ہیں اور اس کا انحصار سب سے بڑھ کر اس بات پر ہے کہ کیا کارکن اپنے اوپر خاموشی سے حملے ہونے دیں گے اور بتدریج شکست کھاتے جائیں گے۔ یا مظلوموں کی ہمت بڑھانے اور انہیں اپنے پرچم تلے متحد کرتے ہوئے ایک مکے کا جواب دو مکوں سے دیں گے۔ انقلابی حالات آسمان سے نہیں گرتے بلکہ یہ انقلابی طبقے اور اس کی پارٹی کی فعال شرکت سے جنم لیتے ہیں۔

آج کل فرانسیسی سٹالنسٹ یہ جواز پیش کر رہے ہیں کہ جرمن پرولتاریہ کو ان کا عسکری گروہ بھی شکست سے نہیں بچا سکا۔ حالانکہ کل تک یہ لوگ جرمنی میں کسی قسم کی شکست سے بالکل انکار کر رہے تھے اور یہ اصرار کرتے تھے کہ جرمن سٹالنسٹوں کی پالیسی شروع سے لے کر آخر تک درست تھی۔ اور آج انہیں تمام خرابیاں جرمن محنت کشوں کی فوج (2)*ROTEFRONT میں نظر آنے لگی ہیں چنانچہ ایک غلطی کرنے کے بعد حیرت انگیز طریقے سے انہوں نے بالکل الٹ سمت میں ایک اور غلطی کر ڈالی ہے جہاں تک فوجی یا عسکری گروہ کا تعلق ہے تو یہ بذات خود کسی مسئلے کا حل نہیں بلکہ اس کے لیے صحیح پالیسی انتہائی ضروری ہے جبکہ جرمن میں سٹالنسٹوں کی پالیسی ''سوشل فاشزم سب سے بڑا دشمن ہے'' ٹریڈ یونین میں پھوٹ، قوم پرستی کی ہاشیہ آرائی اور PUTSCHISM وغیرہ پرولتاریہ کے ہراول دستے کی علیحدگی اور تباہی کا باعث بنی اس قسم کی انتہائی لغو پالیسی کے ساتھ کسی قسم کا عسکری گروہ صورت حال کو سنبھالنے کے قابل نہیں ہو سکتا تھا۔

یہ کہنا انتہائی حماقت ہے کہ عسکری تنظیم بذات خود مہم جوئی، دشمن کے خلاف اشتعال انگیزی یا سیاسی جدوجہد کی عملی جدوجہد میں تبدیلی وغیرہ کا باعث بن سکتی ہے۔ ان تمام باتوں میں سیاسی بزدلی کے علاوہ کچھ بھی نہیں کیونکہ ہراول دستے کی تاک مضبوط تنظیم کی حیثیت سے عدکری گروہ! مہم جوئی، انفرادی دہشت گردی اور اچانک رونما ہونے والے خونی واقعات کی روک تھام کے لیے زبردست دفاعی ہتھیار ہے۔ اس کے علاوہ کرکنوں کی فوج اس خانہ جنگی کو روکنے کا واحد ذریعہ ہے جو فاشزم محنت کش طبقے پر مسلط کر دیتا ہے انقلابی حالات کی عدم موجودگی کے باوجود کارکنوں کو کبھی کبھار حکومت کے منظور نظر محبّ وطنوں کو اپنے ڈھنگ سے سیدھا کرنے کا موقع ضرور ملنا چاہیے۔ اس طرح نئے فاشسٹوں کی بھرتی کا کام نسبتاً مشکل ہو جائے گا۔

اپنے خود ساختہ جوازوں میں گرفتار بعض ماہر پالیسی ساز ہمارے خلاف کچھ اور احمقانہ دلیلیں سامنے لے آئے ہیں ہم ان کی عبارتیں پیش کر رہے ہیں HUMANITE اپنے 23 اکتوبر 1934ء کے شمارے میں لکھتا ہے ''فاشسٹوں کی گولی کا جواب گولی سے دیتے وقت ہمیں اس حقیقت سے آنکھیں بند نہیں کر لینی چاہییں کہ فاشزم نے سرمایہ دارانہ حکومت سے جنم لیا ہے اور فاشزم کے خلاف لڑنے کا مطلب پورے نظام کے ساتھ ٹکرانا ہے'' چند سطروں میں اس سے زیادہ ابہام اور غلطیاں اکٹھی کرنا ممکن نہیں اس بات کا کہ فاشزم کے خلاف اپنا دفاع کرنا اس لیے ناممکن ہے کہ ''فاشزم نے سرمایہ دارانہ حکومت سے جنم لیا ہے'' اس کے علاوہ اور کوئی مطلب نہیں کہ ہم نے پوری جدوجہد کی نفی کر دی ہے کیونکہ اس زمانے کی تمام سماجی خرابیوں نے بھی ''سرمایہ دارانہ حکومت سے جنم لیا ہے''

جب فاشسٹ کسی انقلابی کو مار دیتے ہیں یا محنت کشوں کے اخبار کی کسی عمارت کو جلا دیتے ہیں تو کارکن بڑے فلسفیانہ انداز میں اظہار افسوس کرتے ہیں، افسوس! کہ اس قتل و غارت گری اور آتش زنی نے سرمایہ دارانہ نظام سے جنم لیا ہے'' اور یہ کہتے ہوئے اپنے مطمئن ضمیر کے ساتھ اپنے گھروں کو چلے جاتے ہیں مارکس کے نظریہ تدبیر و عمل کی جگہ شاکر بر رضائے تقدیر کی پالیسی اپنالی گئی ہے جو مکمل طور پر ہمارے طبقاتی دشمن کے حق میں جاتی ہے بے شک پیٹی بورژوازی کی تباہی سرمایہ داری کا نتیجہ ہے اور فاشسٹ گروہ کی افزائش پیٹی بورژوازی کی تباہی کا نتیجہ ہے۔ لیکن دوسری طرف مصائب میں اضافہ اور محنت کشوں کی بغاوت بھی سرمایہ داری نظام کا ہی نتیجہ ہے جبکہ اپنے وقت کے لحاظ سے کارکنوں کی

مسلح فوج طبقاتی جدوجہد کے تیز ہونے کے نتیجے میں جنم لیتی ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ HUMANITE کے مارکسسٹوں کے نزدیک فاشسٹ گروہ سرمایہ دارانہ نظام کا جائز بچہ ہے اور کارکنوں کی مسلح فوج ٹراٹسکی کے ساتھیوں کا ناجائز بچہ ہے۔ اس بات کا سر پیر نکالنا تقریباً ناممکن ہے۔

ہمیں بتای جاتا ہے کہ ''ہمیں پورے نظام کو بدلنا ہوگا'' لیکن کیسے؟ کیا یہ تبدیلی انسانی سروں سے اوپر ہوا میں لائی جائے گی؟ فاشسٹوں نے تو مختلف ممالک میں اپنا کام ریوالوروں سے شروع کر کے محنت کش تنظیموں کے مکمل نظام کی تباہی پر ختم کیا اگر ہم دشمن کی مسلح جارحیت کو روکنے کے لیے اپنا مسلح دفاع نہ کریں تو پھر حملہ آور کو کس طرح روکیں گے؟

HUMANITE اب لفظی طور پر دفاع کی اہمیت کو تسلیم کرنے لگا ہے لیکن صر ''عوامی خود دفاعی نظام'' کی شکل میں۔ اس کے نزدیک محنت کشوں کی مسلح فوج اس لیے نقصان دہ ہے کہ وہ جنگجو گروہوں کو عوام سے کاٹ دیتی ہے لیکن پھر فاشسٹوں میں آزاد جنگجو گروہ کیوں موجود ہیں جو اپنے انتہا پسند حمائتیوں سے کٹے نہیں ہوئے بلکہ اس کے برعکس انہوں نے اپنے منظم حملوں کی وجہ سے ان کے دلوں میں جرات اور دلیری پیدا کر دی ہے شاید یہ لوگ عوامی فوج کی مخالفت اس لیے کر رہے ہیں کہ وہ اپنے طبقے سے گرے ہوئے پیٹی بورژوازی کی نسبت محنت کش طبقے کی حربی صلاحیت کو کم تر سمجھتے ہیں۔

مایوسی میں گھرے ہوئے HUMANITE نے آخر کار ہچکچاتے ہوئے یہ کہنا شروع کر دیا ہے کہ ''یوں لگتا ہے کہ عوامی خود دفاعی کے لیے خصوصی، خود حفاظتی گروپ'' تشکیل دینا پڑیں گے۔ چنانچہ انہوں نے کارکنوں کی مسلح فوج کے نظریے کو مسترد کر کے اس کی جگہ خصوصی گروپوں یا گروہوں کی تجویز پیش کر دی ہے۔ لیکن پہلی ہی نظر میں معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ صرف نام کی تبدیلی ہے اور یقیناً HUMANITE کی طرف سے تجویز کردہ اس نام کا کوئی مطلب نہیں۔ ''عوامی خود دفاعی نظام'' کی نسبت ''خود حفاظتی گروپوں'' کی اصلاح اس لحاظ سے بالکل بے معنی ہے کہ ایسے گروپوں کا مقصد اپنا دفاع کرنا ہی نہیں بلکہ محنت کش تنظیموں کا دفاع کرنا ہے بہر حال یہ نام کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ HUMANITE کے مطابق ''خود حفاظتی گروپ'' اسلحے کا استعمال نہیں کریں گے تا کہ وہ PUTSCHISM کا شکار نہ ہو جائیں یہ ''عقلمند'' لوگ محنت کش طبقے کے ساتھ بچوں والا سلوک کر رہے ہیں۔ جن کے ہاتھ میں چاقو نہیں دیا جا سکتا کیونکہ ان کے نزدیک چاقو پر اجارہ داری صرف (3)CAMEIOTS* DUROI کی ہے جو سرمایہ داری کا جایز بچہ ہے اور جس نے چاقو کی مدد سے جمہوری نظام کا تختہ الٹ دیا ہے بہر حال سوال یہ ہے کہ فاشسٹوں کے ریوالوروں کے مقابلے میں یہ ''خود حفاظتی گروپ'' اپنا دفاع کس طرح کریں گے۔؟ نظریاتی طور پر؟ یقیناً نظریاتی طور پر۔ دوسرے لفظوں می یہ صرف اپنے آپ کو چھپا سکتے ہیں جب ان کے ہاتھوں میں کچھ نہیں ہوگا۔ تو وہ اپنے دفاع کے لیے اپنے پاؤں ہی استعمال کر سکتے ہیں اور اس دوران فاشسٹ بغیر کسی خوف کے محنت کش تنظیموں کو تباہ کر دیں گے لیکن عبرتناک شکست کے باوجود چاہے اس میں کتنا بھی نقصان ہو محنت کش طبقہ (مخالفین) ''کے جرم کا ارتکاب کرنے سے بچ جائے گا'' بولشویزم'' کے پرچم تلے یہ ہونے والی پر فریب لفاظی صرف نفرت اور بیزاری کو ہی جنم دے سکتی ہے۔

خوش کن یادوں کے ''تیسرے مرحلے'' کے دوران جب HUMANITE کے پالیسی ساز سہانے خوابوں میں مدہوش تھے ہر روز کئی علاقوں کو ''فتح'' کرتے تھے اور ہر اس شخص پر ''سوشل فاشسٹ'' کا لیبل چسپاں کر دیتے تھے۔ جو ان کی عیاشیوں میں شریک ہونے سے انکار کر دیتا تھا۔ اس وقت ہم نے یہ پیش گوئی کی تھی کہ ''جونہی یہ لوگ اپنی انگلیاں جلالیں گے تو بدترین موقع پرست بن جائیں گے۔ اور آج یہ پیش گوئی مکمل طور پر پوری ہو چکی ہے۔ اس وقت جب سوشلسٹ پارٹی کے اندر عوامی فوج کے بارے میں تحریک زور پکڑ رہی تھی۔ تو اسے دبانے کے لیے نام نہاد کمیونسٹ پارٹی کے لیڈر اِدھر اُدھر کے مسائل کو اچھالنے لگے۔ کیا اس سے زیادہ خوصلہ شکن اور گھٹیا کام کا تصور کیا جا سکتا ہے؟

سوشلسٹ پارٹی کے حلقوں میں بعض اوقات یہ اعتراض سنا جاتا ہے کہ ''عوامی فوج تو ضرور بنانی چاہیے۔ لیکن اس سلسلے میں شور مچانے کی کوئی ضرورت نہیں'' ان کارمریڈوں کو صرف مبارکباد ہی پیش کی جاسکتی ہے جو معاملے کے عملی پہلو کو دیکھتی آنکھوں اور سنتے کانوں سے بچانا چاہتے ہیں۔ لیکن یہ سوچنا انتہائی غلط ہوگا۔ کہ کسی چار دیواری کے اندر انتہائی راز داری کے ساتھ کوئی نہ نظر آنے والی عوامی فوج بنائی جا سکتی ہے۔ ہمیں دس، بیس اور اس کے بعد ہزاروں، لاکھوں لڑاکا سپاہیوں کی ضرورت ہے اور یہ اسی وقت آسکتے ہیں جب لاکھوں محنت کش مرد و زن اور کسانوں کو عوامی فوج کی ضرورت کا احساس ہو اور وہ اس میں شامل ہونے والے رضا کاروں کے گرد دل نواز ہمدردی اور فعال تعاون کی فضاء پیدا کر سکیں۔ راز دارانہ احتیاط کے معاملے میں صرف اس کے ٹیکنیکل پہلوؤں کو چھپانا ضروری ہے جبکہ اس کا سیاسی پرچار میٹنگوں، فیکٹریوں، محلوں اور پبلک مقامات پر کھلے عام ہونا چاہیے۔

محنت کش مسلح فوج کا بنیادی عنصر فیکٹریوں کے کارکنوں پر مشتمل ہونا چاہیے ان کے گروپ ان کے کام کی جگہ کے مطابق بنائے جائیں ان کا آپس میں قریبی رابطہ ہونا چاہیے تا کہ وہ دشمن کے ایجنٹوں کی کسی بھی شرانگیزی کی صورت میں کسی بھی ممتاز ترین سرکاری افسر کی نسبت زیادہ آسانی اور یقین کے ساتھ اپنے ساتھیوں کی مدد کر سکیں۔ عوام کی تحریک کے بغیر کسی بھی نازک موڑ پر بند کمروں کی سازشی تنظیموں کا عملہ خاموش تماشائی بن کر بیچ میں لٹکا رہتا ہے۔ محنت کش طبقے کی ہر تنظیم کو چاہیے کہ وہ اپنے اپنے کام میں تن دہی سے مصروف ہو جائے۔ اس سلسلے میں محنت کش پارٹیوں اور ٹریڈ یونینوں کے درمیان کسی قسم کی تفریق نہیں ہونی چاہیے۔ ہاتھوں میں ہاتھ ڈال کر وہ عوام کو متحرک کر سکتے ہیں اور تب ہی عوامی فوج

کی کامیابی کو یقینی بنایا جاسکتا ہے۔

لیکن کارکن اسلحہ کہاں سے حاصل کریں گے۔؟ نام نہاد سنجیدہ (حقیقت پسند) دوسرے لفظوں میں سہمے ہوئے تصوراتی دانشور یہ اعتراض اکثر کرتے ہیں کہ دشمن کے پاس تو بندوقیں، توپیں، ٹینک، گیس اور ہوائی جہاز ہیں جبکہ کارکنوں کے پاس چند سو ریوالور اور جیبی چاقوؤں کے سوا کچھ نہیں‘‘

اس اعتراض کے اندر کارکنوں کو خوف زدہ کرنے کے لیے ہر چیز کو منفی انداز میں بڑھا چڑھا کر پیش کیا گیا ہے ہمارے۔۔۔۔۔۔دوست ایک طرف تو فاشسٹوں کے اسلحے کو حکومت کا اسلحہ قرار دیتے ہیں اور دوسری طرف حکومت سے بھی مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ انہیں غیر مسلح کر دے کیا خوب منطق ہے! حقیقت یہ ہے کہ دونوں صورتوں میں ان کا نقطہ نظر غلط ہے، فرانس میں اب بھی فاشسٹ ریاست پر کنٹرول حاصل کرنے میں کوسوں دور ہیں ہیں 6 فروری کو ان کا ریاستی پولیس کے ساتھ مسلح تصادم بھی ہوا تھا۔ اس لیے فاشسٹوں کے خلاف لڑنے کے لیے فوری طور پر توپوں اور ٹینکوں کی بات کرنا درست نہیں۔ بے شک فاشسٹ ہم سے کہیں زیادہ مالدار ہیں اور ان کے لیے اسلحہ خریدنا بہت آسان ہے لیکن اگر کارکنوں کو مضبوط انقلابی قیادت مل جائے تو وہ نفری عزم اور قربانی کے لحاظ سے فاشسٹون سے کہیں آگے نکل جاتے ہیں۔ دوسرے ذرائع کے علاوہ کارکن فاشسٹوں کو ایک منصوبے کے تحت بتدریج غیر مسلح کر کے بھی اسلحہ حاصل کر سکتے ہیں۔

یہ فاشسٹوں کے خلاف انتہائی اہم قسم کی جدوجہد کی ایک شکل ہے جب کارکن فاشسٹوں کے اسلحے سے اپنا اسلحہ بڑھانے اور ان کا اسلحہ خانہ خالی کرنے لگیں گے تو بینک اور ٹرسٹ کے ادارے اپنے قاتل محافظوں (فاشسٹوں) کو مسلح کرنے کے لیے رقم خرچ کرنے میں کفایت شعاری کرنے پر مجبور ہو جائیں گے اور اس صورت میں یہ بھی ممکن ہے۔ مگر صرف اسی صورت میں۔ کہ کارکنوں کے پاس اضافی اسلح کا انبار روکنے کے لیے سہمے ہوئے ادارے فاشسٹوں کو مسلح کرنا ہی چھوڑ دیں ایک طویل عرصے کے تجربے نے ہمیں بتایا ہے کہ صرف انقلابی حربوں کے طفیل ہی ہم حکومت سے کچھ رعائتیں یا اصلاحات حاصل کر سکتے ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ فاشسٹوں کو غیر مسلح کس طرح کیا جائے؟ ظاہر ہے کہ یہ مقصد صرف اخباروں میں مضمون لکھنے سے حل نہیں ہوسکتا اس مقصد کے لیے لڑاکا دستے تیار کرنے ہوں گے۔ جاسوسی کا نظام قائم کرنا ہوگا۔ اگر ہم لوگوں کو یقین دلانے میں کامیاب ہو جائیں کہ ہم اپنے مقصد میں مخلص ہیں تو ہر طرف سے ہمیں ہزاروں ہمدرد دوست اور مخبر مل جائیں گے۔ اس سلسلے میں اگر کچھ چاہیے تو پرولتاری عمل کے لیے سچے جذبے کا ہونا ضروری ہے۔

جہاں تک خود کو مسلح کرنے کا سوال ہے تو اس کے لیے فاشسٹوں کا اسلحہ ہی واحد ذریعہ نہیں۔ فرانس میں ایک ملین سے زیادہ منظم کارکن موجود ہیں ویسے دیکھا جائے تو یہ تعداد بہت کم ہے لیکن کارکنوں کی عسکری تنظیم کا آغاز کرنے کے لیے یہ تعداد اچھی خاصی ہے۔ اگر تمام پارٹیاں اور یونینز اپنے ممبروں کی تعداد کے دسویں حصے کو بھی مسلح کریں تو ایک لاکھ آدمیوں کی فوج تیار ہو جاتی ہے اس میں کوئی شبہ نہیں کہ کارکنوں کی مسلح فوج تشکیل کے لیے متحدہ محاذ کی اپیل پر اکٹھے ہونے والے رضا کاروں کی تعداد اس سے کہیں زیادہ ہوگی اگر پارٹیوں اور یونینوں کے عطیات اور رضا کرانہ چندوں کی بدولت ایک یا دو ماہ کے اندر ایک سے دو لاکھ تک کارکن سپاہیوں کو آسانی سے مسلح کیا جاسکتا ہے جس سے فاشسٹ دم دبا کر بھاگ جائیں اور کارکنوں کے حق میں صورت حال بہت بہتر ہو جائے گی۔ کارکنوں کی مسلح فوج کی تیاری میں اسلحے اور دیگر لوازمات کے نہ ہونے کا بہانہ بنانا دراصل خود اور دوسروں کو دھوکہ دینے کے مترادف ہے۔ اس کی بنیادی رکاوت (بلکہ اسے واحد رکاوٹ کہنا چاہیے) کی جڑیں کارکن تنظیموں کے لیڈروں کے قدامت پرستانہ اور بزدلانہ کردار میں پائی جاتی ہیں۔

لیڈر پرولتاریہ کی طاقت پر یقین نہیں رکھتے۔ وہ نیچے دبی ہوئی دھڑکتی طاقتوں کو انقلابی راستے دینے کی بجائے اپنی امیدوں کو اوپر سے رونما ہونے والے ہر قسم کے ''کرشموں'' کے ساتھ وابستہ کر لیتے ہیں۔ سوشلسٹ کارکنوں کو چاہیے کہ وہ اپنے لیڈروں کو مجبور کریں کہ وہ محنت کشوں کی فوج کی تشکیل کے سلسلے میں فوری طور پر کچھ کریں یا نئی نوجوان طاقتوں کے لیے راستہ چھوڑ دیں۔ ہڑتال کو پروپیگنڈے اور مظاہرے کے بغیر کامیاب نہیں بنایا جاسکتا اسی طرح یہ ہراول دستے کے بغیر بھی کامیاب نہیں ہوسکتی جسے ترغیب اور طاقت دونوں کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے۔

ہڑتال طبقاتی جدوجہد کی سب سے بنیادی شکل ہے جس میں مختلف تناسب سے نظریاتی اور ''عملی'' طریقوں کا امتزاج پایا جاتا ہے فاشزم کے خلاف جدوجہد بنیادی طور پر ایک سیاسی جدوجہد ہے اس میں عسکری گروہ کی ضرورت اتنی ہی ہوتی ہے جتنی ہڑتال کے دوران پہرے داروں کی پکٹ بنیادی طور پر محنت کشوں کی فوج کا بیج بنیاد ہے جو کوئی عملی جدوجہد کو ترک کرنے کے بارے میں سوچتا ہے اسے ہر طرح کی جدوجہد ختم کر دینی چاہیے کیونکہ جسم کے بغیر روح بھی نہیں رہ سکتی۔

عظیم عسکری مفکر کلازوٹس کے شاندار مقولے کے مطابق ''جنگ میں بھی سیاست کا ایک تسلسل ہے مگر مختلف ذرائع کے ساتھ'' یہ تعریف خانہ جنگی پر بھی پوری طرح صادق آتی ہے۔ عملی جدوجہد دوسرے ذرائع کے ساتھ سیاسی جدوجہد ہی تو ہے ان میں سے کسی ایک کی بھی مخالفت نہیں کی جاسکتی کیونکہ اس بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ کب سیاسی جدوجہد اپنی اندرونی ضرورتوں کے دبائع کی وجہ سے عملی جدوجہد میں تبدیل ہو جائے۔

ایک انقلابی پارٹی کا فرض ہے کہ وہ سیاست کو کھلے عام مسلح تصادم میں تبدیل ہونے کے بارے میں نہ صرف بروقت خبردار کرے بلکہ حکمران طبقوں کی طرح اپنی تمام تنظیموں کو اس مرحلے کے لیے تیار بھی رکھے۔ فاشزم کے خلاف محنت کشوں کے عسکری گروہوں کی تشکیل، پرولتاریہ کو مسلح کرنے کی سمت میں پہلا قدم ہے آخری نہیں۔ ہمارا نعرہ ہے۔

---

(1)* تیسرا مرحلہ: سٹالنسٹ گروہ کے مطابق یہ سرمایہ داری کا آخری مرحلہ تھا۔ جس میں اس کا فوری زوال اور سوویٹس کا ظہور شامل تھا۔ یہ مرحلہ کمیونسٹوں کے انتہائی بائیں اور مہم جو حربوں پر مشتمل تھا جس میں قابل ذکر سوشل فاشزم کا نظریہ تھا۔

(2)*Rote Front:۔ سرخ محاذ کے جنگجو) کمیونسٹوں کی اکثریت پر مبنی عسکری گروہ جس پر برلن میں یوم مئی 1929ء کو ہونے والے ہنگاموں کے بعد سوشل ڈیموکریٹ حکومت نے پابندی عائد کر دی۔

(3)*CAMEIOTS DU ROI فرانسیسی آمریت پسند گروہ جو چارلس مورس کے اخبار ACTIM FRANCAISE کے گرد اکٹھا ہو گیا تھا۔ یہ اخبار اپنے انتہائی پر تشدد غیر جمہوری نظریات کی وجہ سے مشہور تھا۔

پرولتاریہ (محنت کش طبقے) اور انقلابی کسانوں کو مسلح کرو!

کارکنوں کی مسلح فوج کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی تشکیل کے آخری مرحلے میں تمام محنت کشوں کو ساتھ ملا لے۔ اس پروگرام کو حقیقی طور پر عملی جامہ پہنایا جا سکتا ہے جب کارکنوں کی اپنی ریاست کا قیام عمل میں آ جائے جس میں پیداوار اور تباہی کے تمام ذرائع تمام اسلحہ اور اسلحہ ساز کارخانے براہ راست کارکنوں کے ہاتھ میں ہوں گے۔ تاہم خالی ہاتھوں کے ساتھ محنت کش ریاست کی تشکیل ناممکن ہے۔

صرف (1)* رینا ڈل RENAUDEL جیسے سیاسی نابالغ ہی سوشلزم کے قیام کے لیے پر امن آئینی ذرائع کی بات کر سکتے ہیں کیونکہ آئینی راستے میں فاشسٹ گروہوں کی خندقیں حائل ہیں ہمارے سامنے صرف چند خندقیں نہیں ہیں کیونکہ پرولتاریہ کو اقتدار میں آنے سے روکنے کے لیے بورژوازی درجنوں (دہشت گرد تصادم) کرنے سے بھی گریز نہیں کریں گے۔ جنہیں پولیس اور فوج کی مدد حاصل ہو گی۔

کارکنوں کی سوشلسٹ ریاست صرف ایک فتح مند انقلاب کے ذریعے ہی تشکیل دی جا سکتی ہے۔ ہر انقلاب کی تیاری میں معاشی اور سیاسی واقعات حصہ لیتے ہیں لیکن اس کا فیصلہ ہمیشہ مشتعل طبقوں کے درمیان کھلے مسلح تصادم کے ذریعے ہوتا ہے انقلابی فتح صرف طویل سیاسی احتجاج، سرگرمیوں اور ایک لمبے عرصے پر محیط عوام کی تنظیم و تعلیم کے ذریعے ہی حاصل ہو سکتی ہے۔ لیکن مسلح تصادم کی تیاری بھی بہت پہلے سے کر لینی چاہیے۔

آگے بڑھتے ہوئے کارکنوں کو یہ یقین ہونا چاہیے کہ انہیں اپنی جدوجہد کی کامیابی کے لیے موت تک لڑنا پڑے گا اس لیے انہیں اسلحے کے حصول کے لیے پوری کوشش کرنی چاہیے کیونکہ یہی ان کی فتح اور نجات کا راستہ ہے۔

(ماخوذ از. WHITHER FROANCE 1934

---

(1)* پیرے رینا ڈل 1871-1938ء جنگ عظیم اول سے پہلے سوشلسٹ لیڈر جین جاریز کا دست راست اور اخبار HUMANITE کا ایڈیٹر۔ جنگ کے دوران دائیں بازو کا سوشل محبّ وطن 1930ء کے عشرے میں اس نے مرشل ڈیٹ کے ساتھ مل کر ترمیم پسندوں کی ''نیو سوشلسٹ'' رجحان کی قیادت کی۔ جولائی 1933ء کے کنونشن میں شکست کھانے کے بعد یہ گروہ سوشلسٹ پارٹی سے علیحدہ ہو گیا 6 فروری 1934ء کے فاشسٹ ہنگاموں کے بعد اس گروہ کے اکثر ارکان ریڈیکل پارٹی میں شامل ہو گئے۔ جو فرانسیسی سرمایہ داری کی سب سے بڑی پارٹی تھی۔

امریکی صورتحال کے تناظر

امریکی محنت کش طبقے کی پسماندگی ایک تقابلی اصلاح ہے حالانکہ بہت سے اہم پہلوؤں کے حوالے سے، تکنیکی اور معیار زندگی کے اعتبار سے یہ طبقہ دنیا کا سب سے ترقی یافتہ محنت

کش طبقہ ہے۔امریکی کارکن جیسا کہ ہم نے ہڑتالوں کے دوران دیکھا ہے انتہائی جنگجو ہیں۔انہوں نے دنیا میں سب سے زیادہ باغیانہ ہڑتالیں کی ہیں وہ سوسائٹی میں اپنے طبقے کے مجموعی مقام کے بارے میں تجزیہ کرتے ہوئے کیا کمی محسوس کرتے ہیں ہیں سماجی شعور کا یہ فقدان اس ملک کی پوری تاریخ میں پایا جاتا ہے۔

جس ملک میں بھی فاشزم نے فتح حاصل کی ہے ہم دیکھتے ہیں کہ اس کی افزائش اور فتح سے پہلے اس ملک کے غریب عوام یعنی کارکنوں ،غریب کسانوں ،مزارعوں اور پیٹی بورژوازی میں بنیادی تبدیلیوں کی ایک لہر(ریڈیکل ازم) پیدا ہوتی ہے اٹلی میں جنگ کے بعد اور 1922ء سے پہلے زبردست تبدیلیوں کی ایک انقلابی لہر آئی۔جس سے ریاست مفلوج ہو گئی پولیس کا وجود تک نہ رہا اور ٹریڈ یونین اتنی طاقت ور ہو گئیں کہ وہ کچھ بھی کر سکتی تھیں لیکن اس وقت کوئی ایسی پارٹی نہ تھی جو اقتدار پر قبضہ کرنے کی اہل ہوتی جس کے ردعمل کے طور پر فاشزم برسر اقتدار آ گیا۔

جرمنی میں بھی یہی کچھ ہوا۔1918ء میں صورت حال مکمل طور پر انقلابی ہو چکی تھی۔ یہاں تک کہ بورژوازی کو اقتدار میں لانے کے بارے میں کوئی پوچھتا تک نہ تھا۔اس وقت سوشل ڈیموکریٹوں نے انقلاب کو مفلوج کر دیا۔اس کے بعد کارکنوں نے 24-1922ء میں پھر کوششیں کیں یہ وقت تھا جب کمیونسٹ پارٹی کا دیوالیہ نکل چکا تھا۔جس کے بارے میں ہم پہلے ہی تمام تفصیلات میں جا چکے ہیں۔پھر 31-1929ء میں جرمن کارکنوں نے ایک نئی انقلابی لہر پیدا کی اس مرتب کمیونسٹ پارٹی اور ٹریڈ یونین بے انتہا طاقت ور ہو چکی تھیں لیکن اب وہ مشہور پالیسی آڑے آ گئی جسے سوشل فاشزم کہتے ہیں یہ پالیسی سٹالنسٹوں نے پیش کی جس کا مقصد محنت کش طبقے کو مفلوج کرنا تھا۔ان تین زبردست لہروں کے بعد ہی فاشزم کے لیے یہ ممکن ہوا۔کہ وہ ایک بڑی تحریک کی شکل میں ابھر سکے۔یہ قانون اٹل ہے کہ فاشزم صرف اسی صورت میں آتا ہے۔جب محنت کش طبقہ سوسائٹی کی بھاگ دوڑ اپنے ہاتھ میں لینے کی اہلیت پیش کرنے میں ناکام ہو جاتا ہے۔

امریکہ میں بھی یہی صورتحال پائی جاتی ہے۔ یہاں پہلے سے فاشسٹ عناصر بھی موجود ہیں جن کے سامنے اٹلی اور جرمنی کی مثالیں بھی موجود ہیں۔امریکہ میں اگلی تاریخی لہر فاشزم کی نہیں بلکہ بنیادی تبدیلیوں (ریڈیکل ازم) کی لہر ہو گی بے شک جنگ تبدیلیوں کی اس لہر کو کچھ وقت کے لیے روک سکتی ہے لیکن اس کے بعد وہ خود ہی اسے بے انتہا تیز رفتار بنا دے گی۔ہمیں جنگی ڈکٹیٹر شپ ،فوجی مشینری کی ڈکٹیٹر شپ ،نوکر شاہی کی ڈکٹیٹر شپ اور سرمایہ داری ڈکٹیٹر شپ کو ''فاشسٹ ڈکٹیٹر شپ'' کے ساتھ غلط ملط نہیں کرنا چاہیے۔کیونکہ آخر الذکر (فاشسٹ ڈکٹیٹر شپ) کے لیے عوام کے ایک بڑے طبقے میں احساس محرومی پیدا ہونا شرط اول ہے۔جب انقلابی پارٹی انہیں دھوکہ دیتی اور جب کارکنوں کے ہراول دستے عوام کو فتح دلانے میں اپنی نا اہلی کا ثبوت دیتے ہیں تو پھر کسان ،چھوٹے کاروباری لوگ بیروزگار اور سپاہی وغیرہ فاشسٹ تحریک کی مدد کرنے لگتے ہیں لیکن صرف اسی وقت جب محنت کش لیڈر شپ انہیں مایوس کر دیتی ہے۔

فوجی ڈکٹیٹر شپ مکمل طور پر افسر شاہی ادارہ ہے فوجی مشینری مزید قوت فراہم کرتی ہے اس کی بنیاد عوام کے غلط ''رخ پر چلنے اور اس کی اطاعت کرنے پر ہے گو کچھ وقت کے بعد ان کے جذبات بدل بھی سکتے تھے اور وہ اس ڈکٹیٹر شپ کے خلاف بغاوت بھی کر سکتے ہیں۔

(ماخوذ از''امریکی مسائل پر کچھ سوالات'' چوتھی انٹرنیشنل اکتوبر 1940ء)

انقلابی پارٹی قائم کیجئے

ہر سیاسی بحث میں یہ سوال ضرور اٹھتا ہے کیا ہم کسی بحران سے نپٹنے کے لیے کوئی طاقت ور جیا پارٹی بنانے میں کامیاب ہو جائیں گے؟ کہیں فاشسٹ ہمارے راستے میں نہ آ جائیں؟ کیا فاشزم کا ظہور ناگزیر نہیں ہو چکا؟ فاشزم کی کامیابیوں سے لوگوں کے شعور کو اتنی جلدی سلب ،گمراہ کر دیا ہے کہ وہ ان حقیقی عوامل کو نظر انداز کر رہے ہیں جن کی وجہ سے فاشزم قوت اور فتح حاصل کرتا ہے۔ چنانچہ ابھی بھی امریکی محنت کشوں کو ان عوامل کو واضح طور پر سمجھنا خصوصی اہمیت کا حامل ہے ہم اسے ایک تاریخی قانون کے طور پر یوں بیان کر سکتے ہیں کہ

فاشزم نے صرف انہی ممالک میں فتح حاصل کی ہے جہاں قدامت پرست مزدور پارٹیوں نے محنت کشوں کو انقلابی حالات سے فائدہ اٹھانے اور اقتدار پر قبضہ کرنے سے روک دیا تھا۔

جرمنی میں دو مرتبہ انقلابی حالات پیدا ہوئے یعنی 1918ء اور 1923ء میں بلکہ 1929ء میں بھی پرولتاریہ اقتدار پر قبضہ کرنے کی پوزیشن میں تھا۔لیکن ان تینوں موقعوں پر سوشل ڈیموکریسی اور کومنٹرن (سٹالنسٹوں) نے مجرمانہ طریقوں سے اقتدار کے حصول میں رکاوٹ ڈال دی اور اس طرح معاشرے کو تعطل کا شکار کر دیا۔صرف انہیں حالات کی وجہ سے فاشزم کا طوفانی ابھار اور اقتدار پر اس کا قبضہ ممکن ہو سکا۔

جب موقع ملنے کے باوجود محنت کش طبقہ اقتدار حاصل کرنے میں اپنی اہلیت ثابت نہیں کر پاتا تو سرمایہ داری نظام اپنے مخصوص طریقوں کے ساتھ معاشی زندگی کو چلانا شروع کر دیتا ہے فاشسٹ پارٹی جواب ریاستی اقتدار میں ہوتی ہے ایک سیاسی نظام بن جاتی ہے۔ پیداوارقوتیں نہ صرف نجی ملکیت بلکہ قومی ریاستی قوانین، حدود اداروں کے ساتھ نا قابل مصالحت تضادات کی حالت میں ہوتی ہیں اور ان تضادت کا اظہار سامراج کی شکل میں آتا ہے سامراجی سرمایہ داری ان تضادات کو حل کرنے کے لیے اپنی حدود میں وسعت اور نئے علاقوں کے قیام وغیرہ کا سہارا لیتی ہے۔ جابرانہ ریاست جو معاشی، سیاسی اور ثقافتی زندگی کے تمام پہلوؤں کو سرمایہ داری کے ساتھ وابستہ کر دیتی ہے اس انتہائی قوم پرستانہ ریاست یعنی ایک سامراجی سلطنت کو تشکیل دینے کا ایک ہتھیار ہے جو تمام برعظموں اور پوری دنیا پر حکومت کر رہی ہے۔

فاشزم کی وہ تمام شکلیں جن کا ہم نے تجزیہ کیا ہے ان میں سے ہر ایک انفرادی طور پر اور تمام مجموعی طور پر وہ ہیں جو ابھی تک وجود میں آئی ہیں یا منظر عام پر آئی ہیں صدی کے آخری چوتھائی حصے میں ہونے والے نظریاتی تجزیوں اور عملی حقائق سے بھرپور تاریخی تجربے نے اس حقیقت کو واضح طور پر ثابت کر دیا ہے کہ ہر مرتبہ فاشزم کا تعلق مندرجہ ذیل مخصوص سیاسی مدارج کے ساتھ ہوتا ہے۔

سرمایہ دار معاشرے کا زبردست بحران، محنت کش طبقے میں بنیادی تبدیلیاں لانے کی خواہش ''ریڈیکلائزیشن'' کا ظہور، محنت کش طبقے کے لیے ہمدردی کا پیدا ہونا دیہاتی اور شہری پیٹی بورژوازی کے دل میں تبدیلیوں کا خیال آنا۔ بڑے استحصالی طبقے (بورژازی) کی انتہائی ابتر حالت، انقلابی عروج (کلائمکس) سے بچنے کے لیے ان کے بزدلانہ اور رفریب ہتھکنڈے محنت کش طبقے کا تھک ہار جانا، بڑھتا ہوا ابہام اور بے اعتنائی۔ سماجی بحران میں اضافہ پیٹی بورژوازی کا اجتماعی ذہنی خلفشار، اس کا کرشموں پر اعتبار کرنے کے لیے تیار ہونا۔ اس کا تشدد کے لیے تیار ہونا، محنت کش طبقے کے خلاف غم وغصہ بڑھنا۔ جنہوں نے ان کی توقعات کو دھوکہ دیا۔ یہ وہ حالات ہیں جو فاشسٹ پارٹی کی تشکیل ار فتح کو تیز تر کر دیتے ہیں۔

یہ حقیقت بذات خود واضح ہے کہ امریکی محنت کش طبقے میں ریڈیکلائزیشن ابھی ابتدائی مراحل سے گزرا ہے اور یہ ابھی تک ٹریڈ یونین تحریک تک ہی محدود ہے (c/o) جنگ سے پہلے کا زمانہ اور پھر جنگ بذات خود ریڈیکلائزیشن کے عمل کو عارضی طور پر منقطع کر سکتی ہے خاص طور پر اگر کارکنوں کی خاصی تعداد کو جنگی صنعت مین جذب کر لیا گیا۔ لیکن اس عمل میں یہ رکاوٹ دیرپا ثابت نہیں ہوسکتی۔ ریڈیکلائزیشن کا دوسرا مرحلہ اور زیادہ تیز تر شکل اختیار کر لے گا۔ اور ایک آزاد مزدور پارتی کا قیام وقت کی ضرورت بن جائے گا۔ ہمارے عطوری مطالبات مقبولیت حاصل کر لیں گے جبکہ دوسری جبکہ دوسری طرف مناسب حالات کے انتظار میں فاشسٹ رجعتی رجحانات دفاعی پوزیشن اختیار کرتے ہوئے پس منظر میں چلے جائیں گے۔ یہی سب سے قریبی امکان ہے اس شک میں پڑنے سے زیادہ اور کوئی کام برا نہیں کہ آیا ہم ایک طاقت ور انقلابی لیڈر پارٹی تشکیل دے سکنے میں کامیاب ہوں گے یا نہیں۔ ہمارے آگے انقلابی اقدامات اٹھانے کے لیے بڑے حوصلہ افزہ امکانات موجود ہیں۔ اس لیے یہ ضروری ہے کہ نئے پیدا ہونے واے مواقع کو استعمال میں لیا جائے اور ایک انقلابی پارٹی تشکیل کی جائے۔

ترجمہ: خالد جاوید جان

کمپوزنگ: غفار لطیف

اہتمام: طبقاتی جدوجہد پبلیکیشنز